بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ　وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

مصلح موعود نمبر

جلد
60
ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ
06
شرح چندہ
سالانہ 350 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
40 پاؤنڈ یا 60 ڈالر امریکن
65 کینیڈین ڈالر یا 45 یورو

Postal Reg. No. L/P/GDP-1, DEC 2012　9 فروری 2012　9 تبلیغ 1391 ہش　16 ربیع الاوّل 1433 ہجری

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سیّدنا حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں ''مصلح موعودؓ'' کے بارہ میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"بالہام اللہ تعالیٰ واعلاہ عزوجل خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ وعزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کردیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ تیرے ہی تخم سے، تیری ہی ذریت ونسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشمنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیاً۔"

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد اوّل، صفحہ 100-101)

اداریہ

پیشگوئی مصلح موعودؓ کا پس منظر

پیشگوئی مصلح موعودؓ، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند، وقت کے مامور اور مرسل سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس لئے کی گئی کہ تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، اسلام کی حقانیت اور اس کے زندہ مذہب ہونے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا ایک زبردست ثبوت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

تفصیل اس امر کی یہ ہے کہ تیرہویں صدی کے وسط آخر دنیا دہریت اور الحاد کی گود میں جا چکی تھی۔ لوگ مذہب سے دُور خدا سے بیزار اور بباطن رسولوں کے دشمن ہو چکے تھے۔ ڈارون کے نظریہ ارتقا، فرائڈ کے نظریہ لاشور، میکاؤلی کے نظریہ نیشنلزم اور کارل مارکس کے نظریہ اشراکیت وغیرہ کا اثر معاشرہ کے ہر طبقہ پر گہرا تھا۔ دوسری طرف آسمانی بارش بھی وحی والہام اور القائے ربانی کے انتشار نے خوابیدہ مذہبی دنیا میں یاک ہیجان پیدا کر رکھا تھا۔ یکے بعد دیگرے مذہبی اور معاشرتی اصلاح کے نام پر بیسیوں مذہبی اور نیم مذہبی تحریکات منصۂ شہود پر آرہی تھیں جن میں برہمو سماج، آریہ سماج، ویدانیت، صوفی مت، بہائی تحریک اور تثلیث کا شور سب سے نمایاں تھا۔

عیسائی پادری اور آریہ سماج پر چارک خاص طور پر اسلام پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے، جن کی تاب نہ لا کر مسلمان ان کے آگے بھاگتے تھے۔ بڑے بڑے علماء مسلمانوں کے عیسائیوں کا جواب نہ دے کر خود عیسائی ہو رہے تھے۔ مذہبی لحاظ سے مسلمانوں میں خلافت کا نظام اپنی اصل روح کھو چکا تھا۔ امت مسلمہ سینکڑوں فرقوں میں بٹ چکی تھی۔ مسلمان اسلام کی نشاۃِ ثانیہ سے مایوس ہو چکے تھے۔ علما دین اسلام کی شانِ رفتہ کا تذکرہ کر کے خود روتے تھے اور مسلمانوں کو رلایا کرتے تھے۔ مشہور شاعر حالیؔ لکھتے ہیں ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی　　فقط رہ گیا اسلام کا نام باقی

اس پس منظر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوتا ہے۔ آپ نے اسلام کی عظمت رفتہ اور زندہ خدا اور زندہ مذہب کے ثبوت پیش کرنے کے لئے اپنی معرکۃُ الآراء کتاب ''براہین احمدیہ'' 1880ء میں تصنیف فرمائی اور اس کے سرورق پر لکھا جَآءَ الْحَقُّ وَذَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ذَهُوْقًا یعنی حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل تو یقیناً بھاگنے والا ہے۔ یہ کتاب مختلف حصوں میں شائع ہوئی۔ اس کا چوتھا حصہ 1884ء میں شائع ہوا۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مذہبی دنیا میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب میں اسلام کی صداقت اور سچائی کے براہین اور دلائل قاطعہ بیان فرمائے تو غیر مذاہب فکر میں پڑ گئے کہ کہیں اسلام غالب نہ آجائے اور ہمارے اپنے بھائی مسلمان نہ ہو جائیں۔ آپؑ نے اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ میں اسلام کی سچائی کا نشان دکھانا چاہتا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مذاہب نے مل کر آپؑ پر گندے اعتراضات شروع کر دیئے اور بانی اسلام فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر حملے کرنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ اچھا خاصہ گند اُچھالا اور آپ نے جو براہین احمدیہ میں اسلام کی جو صداقت کے دلائل بیان فرمائے تھے ان کا ردّ لکھا جانے لگا۔ مشہور آریہ سماجی لیڈر لیکھرام نے تکذیب براہین احمدیہ کے نام سے کتاب لکھی۔

ایک طرف اعتراضات کی بوچھاڑ تھی تو ساتھ ہی اسلام کی صداقت کا نشان طلب کیا جا رہا تھا۔ غیر تو غیر آپ کے اپنے عزیز اور رشتے دار جو نام کے مسلمان اور اسلام کے خلاف بدعتوں اور رسم و رواج میں مبتلا تھے نشاناتِ الٰہی دیکھنے کے خواہش مند تھے اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

'' ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبہ سے اور میرے اقارب ہیں کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکّار اور دوکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوئے اور ان کا اپنا یہ حال ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت بھی ان میں باقی نہیں رہی اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اٹھا کر پھینک دے اور وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور اس کے رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے، انہیں کے تقاضے سے، انہیں کی درخواست سے، اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرمایا ہے تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے

فہرست مضامین

ہفت روزہ بدر ''مصلح موعودؓ نمبر''

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 161)

اسی طرح قادیان کے ہندو بھی نشان دیکھنے کے ازحد خواہش مند تھے۔ قادیان کے آریہ سماج کے دس ممبران نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام درخواست دی اور لکھا :-

'' ہم آپ کے ہمسایہ ہونے کے ناطے لندن و امریکہ والوں کے مقابلہ میں آسمانی نشان دیکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ لہٰذا ہمیں کوئی نشان دکھایا جائے۔ ہم پرمیشر کی قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں ہم جو نشان آپ سے بچشم خود مشاہدہ کر لیں گے، اسے اخباروں میں بطور گواہ شائع کرا دیں گے۔''

پھر اپنی طرف سے نشانِ الٰہی کا تعین بھی کیا لکھا:

'' ہم صرف ایسے نشانوں کو قبول کریں گے جو اسی قسم کے ہوں کہ ستارے اور سورج اور چاند پارہ پارہ ہو کر زمین پر گر جائیں۔''　　(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 92)

ان لوگوں نے نہ صرف نشانات الٰہی کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا بلکہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں گستاخیاں بھی شروع کر دیں۔ اس مخالفت میں آریہ سماج کے لیڈر پنڈت لیکھرام، منشی اندرمن مراد آبادی پیش پیش تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک طرف جہاں ان کے اعتراضوں کا مقابلہ اشتہار کے ذریعہ دینا شروع کیا وہاں دوسری طرف آپ کے قلب مطہر میں سخت درد پیدا ہوا اور اسلام کی زندگی اور زندہ ہونے کے ثبوت کے لئے آپ خدا تعالیٰ کے حضور بکثرت دعائیں کرنے لگے۔ حضورؑ کے دل میں درد کی کیا کیفیت تھی اس کا اندازہ حضورؑ کے ان چند اشعار سے ہوتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں :

پھر بہار دیں دکھلا اے میرے پیارے قدیر　　کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے　　اے مرے سورج دکھا اس دیں کے چمکانے کے دن
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں کس کا شور ہے　　کیا مرے دلداد تو آئے گا مرجانے کے دن

(درثمین اُردو)

اس غور و فکر میں آپ نے ایسا فیصلہ کیا کہ میں 40 دنوں تک چلہ کروں اور کسی علیحدہ مقام پر خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کروں کہ وہ ایسی تائیدات کے سامان میرے لئے مہیا فرمائے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اسلام کی صداقت کامل اور روشن ثبوتوں کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش ہو۔ ان دعاؤں کے نتیجہ میں آپ کو بتایا گیا کہ آپ ہوشیار پور میں چلہ کشی کریں اور الہامًا بتایا گیا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔ یہاں ضمناً یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ حضورؑ کی عمر اس وقت پچاس سال سے متجاوز تھی۔ آپ کی پہلی بیوی سے بیس سال سے زائد عمر کے دو لڑکے موجود تھے۔ دوسری اہلیہ جو دہلی کی سادات سے تھیں ان کے بطن سے ابھی کوئی اولاد نہ تھی۔ ہندوستان میں اس وقت اوسط عمر 40 سال سمجھی جاتی تھی۔

(باقی صفحہ 13 پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو مصلح موعود ہوگا اور اس کی تفصیل میں آپؑ نے بہت ساری خصوصیات بیان فرمائی تھیں

(تلخیص از خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 18 فروری 2011 مطبوعہ ہفت روزہ بدر قادیان 5 مئی 2011

چودہ سو سال قبل کی پیشگوئی:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو مصلح موعود ہوگا اور اس کی تفصیل میں آپ نے اس کی بہت ساری خصوصیات بیان فرمائی تھیں۔ لیکن یہ پیشگوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ بیان فرما کر چودہ سو سال پہلے بیان فرمادی تھی کہ یَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْض فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کہ عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور اُن کی اولاد ہو گی۔ (مشکاۃ المصابیح کتاب الرقاق باب نزول عیسیٰ الفصل الثالث حدیث نمبر 5508 دار الکتب العلمیۃ ایڈیشن 2003) ۔(الوفاء باحوال المصطفیٰ لابن جوزی مترجم محمد اشرف سیالوی صفحہ 843 ناشر فرید بک سٹال لاہور)

اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں، عیسیٰ ابن مریم کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری احادیث میں فرمائی ہے کہ وہ کون ہیں؟ بخاری کی حدیث ہے۔ مسلم نے بھی اور حدیثوں کی کتب نے بھی اس کو درج کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ، اور فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہو گی جب ابن مریم مبعوث ہو گا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہوگا۔ اور پھر یہ بھی روایت میں ہے کہ یہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے تمہاری امامت کے فرائض بھی سرانجام دے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم حاکما بشریعۃ ...... حدیث 392,394)

پھر ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ عیسیٰ ابن مریم کا زمانہ پائے گا اور وہی امام مہدی اور حکم و عدل ہو گا جو صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ یہ مسند احمد کی حدیث ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 479 مسند أبی ھریرۃ حدیث نمبر 9312 عالم الکتب بیروت 1998)

پس یہ پیشگوئی جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے گو تفصیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور مسیح و مہدی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اب دوبارہ کی لیکن اس کی بنیاد تو آج سے چودہ سو سال بلکہ اس سے بھی زائد عرصہ پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشگوئیاں اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر انعامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بڑائی کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ تو آپ کے آقا و مطاع، سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کرنے کے لئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کے لئے ہیں۔ یہ تائیدی نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حق میں اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند کرنے کے لئے ہیں۔ اسلام کا زندہ خدا اور زندہ رسول ہونے کی دلیل کے طور پر یہ پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ سے کروائی ہیں۔ پس احمدیت اسلام سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے بڑھ کر دنیا میں آنحضرتؐ کا عاشق کوئی نہیں ہے۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

”اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر النّاس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اِسی جہان میں سچّی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقّانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے“۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 558,557 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کوئی بات لے لیں۔ آپ کی زندگی کے کسی عمل کی طرف نظر کر لیں، آپ کی کسی تحریر کو لے لیں، ان سب کا رُخ اللہ تعالیٰ، قرآنِ مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی نظر آئے گا۔ آپ علیہ السلام نے دنیا کو بتا دیا اور ببانگ دُہل یہ اعلان کیا کہ آج اگر کوئی زندہ مذہب ہے تو وہ اسلام ہے۔ آج اگر کوئی زندہ رسول ہے جو خدا سے ملاتا ہے تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی پیروی سے خدا ملتا ہے۔

اسلام کے پہلوان کی آمد

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ تو بعد کا ہے لیکن اس سے پہلے بھی آپ اسلام کی خدمت پر کمربستہ تھے۔ اور جب آپ کو الہامِ الٰہی کے تحت صدی کا مجدد ہونے کا علم ہوا تو آپ نے ایک اشتہار انگریزی اور اردو میں شائع فرمایا اور اعلان فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس صدی کا مجدد مقرر فرمایا ہے اور مَیں اس کام پر مامور کیا گیا ہوں کہ مَیں اسلام کی صداقت تمام دوسرے دینوں پر ثابت کروں اور دنیا کو دکھاؤں کہ زندہ مذہب، زندہ کتاب اور زندہ رسول اب اسلام اور قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے اندر روحانی طور پر مسیح ابن مریم کے کمالات ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور آپ نے تمام دنیا کے مذاہب کو دعوت دی اور چیلنج کیا کہ وہ آپ کے سامنے آ کر اسلام کی صداقت کا بیشک امتحان لے لیں۔ اور اب اسلام ہی ہے جو روحانی امراض سے شفا کا ذریعہ بن سکتا ہے، نہ کہ کوئی اور دین۔

اس اعلان نے ہندوستان کے مختلف مذاہب میں ایک زلزلہ سا پیدا کر دیا مگر کسی میں جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کے اعلان کے مطابق اسلام کی صداقت کا تجربہ کرے۔ بڑے بڑے پادری جو اسلام چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ جیسے عماد الدین وغیرہ، انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ کسی قسم کے مقابلے کی یا نشان مانگنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ایک پادری سِوفٹ (Swift) اور لیکھرام وغیرہ جنہوں نے گو بظاہر آمادگی ظاہر کی لیکن بعد کے واقعات نے ان کی آمادگی کو بھی واضح کر دیا کہ یہ صرف دکھاوا تھا۔ اس سب کی تفصیل جماعت کے لٹریچر میں موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتب میں موجود ہے۔ تاریخِ احمدیت میں موجود ہے۔ اس وقت بیان تو نہیں ہو سکتی۔ بہرحال اس دعوت نے جو اسلام کی صداقت کے لئے آپ نے دی تھی اور جو اشتہار آپ نے شائع فرمایا تھا، اس کا ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے خود بھی یوں ذکر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

”یہ عاجز اسی قوتِ ایمانی کے جوش سے عام طور پر دعوتِ اسلام کے لئے کھڑا ہوا اور بارہ ہزار کے قریب اشتہارات دعوتِ اسلام رجسٹری کرا کر تمام قوموں کے پیشواؤں اور امیروں اور والیانِ ملک کے نام روانہ کئے۔ یہانتک کہ ایک خط اور ایک اشتہار بذریعہ رجسٹری گورنمنٹ برطانیہ کے شہزادہ ولی عہد کے نام بھی روانہ کیا اور وزیر اعظم تخت انگلستان گلیڈسٹون کے نام بھی ایک پرچہ اشتہار اور خط روانہ کیا گیا۔ ایسا ہی شہزادہ بسمارک کے نام اور دوسرے نامی امراء کے نام مختلف ملکوں میں اشتہارات و خطوط روانہ کئے گئے جن سے ایک صندوق پُر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام بجُز قوتِ ایمانی کے انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ یہ بات خود ستائی کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت نمائی کے طور پر

ہے تا حق کے طالبوں پر کوئی بات مشتبہ نہ رہے‘‘۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3صفحہ 156۔حاشیہ)

بہرحال اسلام کی تمام ادیان پر برتری کا کام تو آپ کرتے چلے گئے۔اور خاص طور پر عیسائیت کے اُمڈتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے اس کے آگے ایک بند باندھ دیا۔ اس دوران آپ کے دل میں دعاؤں کی طرف توجہ دینے کے لئے خاص طور پر چِلّہ کاٹنے کی تحریک پیدا ہوئی۔تو اس کے لئے آپ نے قادیان سے باہر جا کر چِلّہ کاٹنے کا ارادہ کیا۔تو اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتایا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔

پیشگوئی مصلح موعودؓ

چنانچہ آپ نے 22رجنوری 1886ء کو ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا اور چِلّہ کشی کی جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی اور بہت سی بشارات آپ کو دیں۔ چنانچہ جب چِلّہ ختم ہوا تو حضور علیہ السلام نے اپنے قلم سے 20رفروری1886ء کو ایک اشتہار ’’رسالہ سراج منیر برنشانہائے ربّ قدیر‘‘ کے نام سے تحریر فرمایا، جو اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ اس میں آپ نے لکھا کہ:

’’ان ہر سہ قسم کی پیشگوئیوں میں سے جو انشاء اللہ رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی‘‘(یعنی تفصیل سے بعد میں رسالہ میں درج ہوں گی)’’پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے۔آج 20 فروری 1886ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاوّل ہے برعایت ایجاز واختصار کلمات الہامیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے‘‘(کہ مختصر طور پر میں نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں)’’اور مفصل رسالہ میں درج ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ‘‘۔ فرماتے ہیں کہ’’پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے(جلّشانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنمو ائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا‘‘۔آپ نے لکھا کہ’’(اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند، گرامی ارجمند، مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ، كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔

(اشتہار 20رفروری1886ء۔مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 102,100 مطبوعہ لندن)

فرماتے ہیں:’’پھر خدائے کریم جَلَّ شَانُہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی‘‘(یا دوسری جو شاخ تھی)’’اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔ اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے، عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا۔ پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے در پے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیائے بنی اسرائیل (یعنی ظلّی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے)۔ تُو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تُو مجھ سے اور مَیں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم پیش نہ کر سکو (اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے) تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کیلئے تیار ہے‘‘۔

(اشتہار 20رفروری1886ء۔مجموعہ اشتہارات جلد اول۔صفحہ 103,102 مطبوعہ لندن)

آپ نے ضمیمہ اخبار ریاض ہند میں یہ اشتہار دیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس چِلّہ کشی کے نتیجہ میں آپ کو جو بشارتیں دی گئی تھیں یہ اُن کا کچھ ذکر ہے۔ اور اس میں ایک بیٹے کی بشارت بھی دی گئی جس کی مختلف خصوصیات ہیں، جس کا تفصیلی جائزہ لیں تو یہ باون خصوصیات بنتی ہیں۔ بلکہ ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے اٹھاون بھی بیان فرمائی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح آئے گا تو اُس کی اولاد ہوگی جیسا کہ میں نے ابھی پڑھ کے سنایا۔ اب اولاد تو اکثر لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس میں کیا خاص بات ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر پیشگوئی فرمائی تھی تو یقیناً کسی اہم بات کی اور وہ یہی بات تھی کہ اُس کی اولاد ہوگی اور وہ ایسی خصوصیات کی حامل ہوگی جو دین کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو توحید کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو دنیا پر ظاہر کرنے کا باعث بنے گی۔

اب اس پیشگوئی کے مطابق جس سال میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہوئے ہیں یعنی 1889ء میں، اسی سال میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بیعت بھی لی۔ اُسی سال اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ بیعت بھی لے لو۔ اور یوں اس سال میں باقاعدہ طور پر اُس جماعت کی بنیاد ڈالی گئی جس نے اسلام کی تبلیغ کا کام

بھی کرنا تھا، اپنی حالتوں کو بھی سنوارنا تھا اور مسیح و مہدی کی بیعت میں آ کر آنحضرتؐ کی پیشگوئی کو پورا کرنے والا بننا تھا اور آپ کے جماعت قائم کرنے کا یہی مقصد تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی علامات:

بہر حال اب میں دوبارہ اُن نشانوں کی طرف آتا ہوں جو مصلح موعود کے نشان کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ یا وہ خصوصیات یا علامات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اس موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں۔ وہ بیٹا جس کے ذریعے دنیا میں دین کی تبلیغ ہوگی اور دنیا میں اصلاح کا کام ہوگا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس سال خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا ہے، اُسی سال کے جلسہ سالانہ میں تقریر فرماتے ہوئے یہ باون علامات بیان فرمائی تھیں جن کا مَیں مختصر آپ کے الفاظ میں ہی ذکر کر دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''چنانچہ اگر اس پیشگوئی کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی میں آنے والے موعود کی یہ یہ علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قدرت کا نشان ہوگا۔ دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رحمت کا نشان ہوگا۔ تیسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قربت کا نشان ہوگا۔ چوتھی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فضل کا نشان ہوگا۔ پانچویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ احسان کا نشان ہوگا۔ چھٹی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ شکوہ ہوگا۔ ساتویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحبِ عظمت ہوگا۔ آٹھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ صاحبِ دولت ہوگا۔ نویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسیحی نفس ہوگا۔ دسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ گیارھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہوگا۔ بارہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہوگا۔ تیرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت ذہین ہوگا۔ چودھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت فہیم ہوگا۔ پندرھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کا حلیم ہوگا۔ سولہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ سترھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علومِ باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اٹھارویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ انیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ دوشنبہ کا اس کے ساتھ خاص تعلق ہوگا۔ بیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فرزندِ دلبند ہوگا۔ اکیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ گرامی ارجمند ہوگا۔ بائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الاول ہوگا۔ تیئسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ مَظْهَرُ الْآخِر ہوگا۔ چوبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مَظْهَرُ الْحَق ہوگا۔ پچیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مَظْهَرُ الْعُلَاء ہوگا۔ چھبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاء کا مصداق ہوگا۔ ستائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول بہت مبارک ہوگا۔ اٹھائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ انتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نور ہوگا۔ اور تیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خدا کی رضا مندی کے عطر سے ممسوح ہوگا۔ اکتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا اس میں اپنی روح ڈالے گا۔ بتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ تینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ چونتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ پینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ چھتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ سینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اڑتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دیر سے آنے والا ہوگا۔ انتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دور سے آنے والا ہوگا۔ چالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فخرِ رسل ہوگا۔ اکتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی ظاہری برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ بیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اُس کی باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ تینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ یوسف کی طرح اس کے بڑے بھائی اس کی مخالفت کریں گے۔ چوالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر الدولہ ہوگا۔ پینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شادی خاں ہوگا۔ چھیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عالمِ کباب ہوگا۔ سینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہوگا۔ اڑتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ العزیز ہوگا۔ انچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے وہ کلمۃ اللہ خان ہوگا۔ پچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ناصر الدین ہوگا۔ اکیاونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فاتح الدین ہوگا اور باونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیرِ ثانی ہوگا۔''

(الموعود۔ انوار العلوم جلد نمبر 17 صفحہ نمبر 562 تا 565 مطبوعہ ربوہ)

تو یہ علامتیں ہیں جن میں سے ہر ایک علامت جو ہے وہ ایک علیحدہ تقریر کا موضوع بن سکتا ہے، جس کا اس وقت وقت نہیں۔ بہر حال یہ علامتیں تھیں۔ اگر ہم حضرت مصلح موعود کی زندگی کا جائزہ اگر لیں اور اُس کا مطالعہ کریں، آپ کے باون سالہ دورِ خلافت کو دیکھیں تو ہر علامت جو ہے آپ میں نظر آتی ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کا جیسا کہ میں نے کہا وقت نہیں ہے۔ بعض باتوں کا تذکرہ میں آگے کروں گا اور یہ تفصیل جو ہے جماعتی لٹریچر میں موجود بھی ہے۔

یہاں یہ بھی بتا دوں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے پیشگوئی شائع فرمائی تو اُس وقت پنڈت لیکھرام نے نہایت گھٹیا زبان استعمال کرتے ہوئے ہر پیشگوئی کے مقابلے پر اپنی دریدہ دہنی اور اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ کیا۔ پنڈت لیکھرام کی اخلاقی حالت اور پیشگوئی پر اس کی جو غیظ و غضب کی حالت تھی اُس کے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔ اس کو سارا بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ ایک دو مثالیں دے دیتا ہوں۔

پنڈت لیکھرام نے 18 مارچ 1886ء کو نہایت گستاخانہ لب و لہجے میں ایک مفتریانہ اشتہار شائع کیا جس میں حرف بحرف خدا تعالیٰ کے حکم سے لکھنے کا ادّعا کر کے جواب دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ مَیں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا تو وہ لکھتا ہے کہ ''آپ کی ذرّیت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی'' (زیادہ سے زیادہ تین سال تک شہرت رہے گی)۔ نیز کہا کہ اگر کوئی لڑکا پیدا بھی ہوا تو وہ آپ کی پیشگوئی میں بیان شدہ صفات سے برعکس رحمت کا نشان نہیں، زحمت کا نشان ثابت ہوگا۔ وہ مصلح موعود نہیں ہوگا (نعوذ باللہ) مفسد موعود ہوگا۔

چنانچہ اس بدزبان نے پسرِ موعود سے متعلق پیشگوئی کی ایک ایک صفت کو اپنے تجویز کردہ الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر پوری بے حجابی سے لکھا (اور یہاں تک لکھ دیا کہ) خدا کہتا ہے کہ جھوٹوں کا جھوٹا ہے۔ مَیں نے کبھی اس کی دعا نہیں سنی اور نہ قبول کی''۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 280 مطبوعہ ربوہ)

اور پھر جب اس کا انجام ہوا وہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے۔

اس قسم کی دریدہ دہنی اور مفتریانہ باتوں سے اس کا اشتہار بھرا پڑا ہے۔ یہ تو ہندو تھا جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے چیلنج دیا تھا۔ اسی طرح کچھ عیسائی پادریوں نے بھی جو اسلام کے مخالف تھے، اس قسم کی باتیں کیں۔ لیکن بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا۔ ان لوگوں کی باتوں کو سن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اُس میں آپ نے اس موعود بیٹے کی پیشگوئی کی عظمت کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّ شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤوف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتمّ ہے کیونکہ مُردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جنابِ الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے............اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہٖ و ببرکتِ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاءِ موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ

کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردے کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟''۔

(اشتہار واجب الاظہار 22 مارچ 1886ء مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول صفحہ 99 تا 100 مطبوعہ ربوہ۔ صفحہ 114-115 مطبوعہ لندن)

بہر حال یہ پُرشوکت پیشگوئی تھی جس نے حضرت مصلح موعود کی خلافت کے باون سالہ دور میں ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ شخص جلد جلد بڑھا؟ کس طرح اُس نے دنیا میں اسلام کے کام کو تیزی سے پھیلایا؟ مشن قائم کئے، مساجد بنائیں۔ آپ کے وقت میں باوجود اس کے کہ وسائل بہت کم تھے، مالی کشائش جماعت کو نہیں تھی، دنیا کے چونتیس پینتیس ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا۔ کئی زبانوں میں قرآنِ کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا تھا` مشن کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح جماعتی نظام کا یہ ڈھانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی بنایا تھا جو آج تک چل رہا ہے اور اس سے بہتر کوئی ڈھانچہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ذیلی تنظیمیں ہیں اُس وقت کی بنائی ہوئی ہیں وہ بھی آج تک چل رہی ہیں۔ ہر کام آپ کی ذہانت اور فہم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قرآنِ کریم کی تفسیر ہے اور دوسرے علمی کارنامے ہیں جو آپ کے علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا ثبوت ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی اپنے اس بیٹے کو جس کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد تھا، مصلح موعود ہی سمجھا۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہوا ہے کہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار سُنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں۔ اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ مَیں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں''۔ (الحکم جوبلی نمبر 28 دسمبر 1939ء جلد 42 شمارہ 31 تا 40 صفحہ 80 کالم نمبر 3)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو اس وقت تک اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہرایا جبتک خدا تعالیٰ نے آپ کو بتا نہیں دیا۔ یہ ایک لمبی رؤیا ہے جس کے بارہ میں آپ نے فرمایا کہ اس میں کشف اور الہام کا بھی حصہ ہے (جو آپ نے دیکھی تھی) اُس کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ: ''مَیں خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔''

(دعویٰ مصلح الموعود کے متعلق پرشوکت اعلان۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 161 مطبوعہ ربوہ)

اور آپ نے یہ رؤیا دیکھ کے 1944ء میں بیان کیا۔

غیر احباب جماعت کی شہادتیں:

اب مَیں بعض غیر از جماعت احباب جو ہیں اُن کی آپ کے بارے میں کچھ شہادتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

ایک معزز غیر احمدی عالم مولوی سمیع اللہ خان صاحب فاروقی نے قیامِ پاکستان سے قبل ''اظہارِ حق'' کے عنوان سے ایک ٹریکٹ میں لکھا کہ آپ کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) اطلاع ملتی ہے کہ مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذرّیت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا۔ اور اس کے ذریعے سے حق ترقی کرے گا۔ اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے۔ اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو (وہ آگے لکھتے ہیں) کہ اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اُس وقت موجودہ خلیفہ ابھی بچے ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے) انہیں خلیفہ مقرر کرانے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی۔ بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ اُس وقت اکثریت نے حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا جس پر مخالفین نے محولہ صدر پیشگوئی کا مذاق بھی اڑایا۔ لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانہ میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔ (یہ غیر از جماعت لکھ رہے ہیں)۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ خود مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) کے وقت میں احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ خلیفہ نور الدین صاحب کے وقت میں بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطے تک پہنچ گئی اور حالات یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد 1931ء کی نسبت دوگنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ بحالیکہ اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے جس قدر منظّم کوششیں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ الغرض آپ کی ذریت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جماعت کے لئے قائم کیا گیا اور اس کے ذریعہ جماعت کو حیرت انگیز ترقی ہوئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی من وعن پوری ہوئی (یہ انہوں نے بیان دیا)۔

(''اظہار الحق'' صفحہ 16، 17 مطبوعہ نذیر پرنٹنگ پریس امرتسر باہتمام سید مسلم حسن صاحب زیدی۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 286-287 مطبوعہ ربوہ)

پھر ہندوستان کے غیر مسلم سکھ صحافی ارجن سنگھ ایڈیٹر ''رنگین'' امرتسر نے تسلیم کیا کہ مرزا صاحب نے 1901ء میں جبکہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ ابھی بچہ ہی تھے یہ پیشگوئی کی تھی۔ (اُس نے شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لکھے ہیں) کہ ؎

(یہ شعر) لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی بیشک حیرت پیدا کرنے والی ہے۔ 1901ء میں نہ میرزا بشیر الدین محمود کوئی بڑے عالم و فاضل تھے اور نہ آپ کی سیاسی قابلیت کے جوہر کھلے تھے۔ اُس وقت یہ کہنا کہ تیرا ایک بیٹا ایسا اور ایسا ہوگا، ضرور کسی روحانی قوت کی دلیل ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ میرزا صاحب نے ایک دعویٰ کر کے گدی کی بنیاد رکھ دی تھی اس لئے آپ کو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ میرے بعد میری جانشینی کا سہرا میرے لڑکے کے سر پر رہے گا، لیکن یہ خیال باطل ہے۔ اس لئے کہ میرزا صاحب نے خلافت کی شرط نہیں رکھی تھی کہ وہ ضرور مرزا صاحب کے خاندان سے اور آپ کی اولاد سے ہی ہو۔ چنانچہ خلیفہ اوّل ایک ایسے صاحب ہوئے جن کا میرزا صاحب کے خاندان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر بہت ممکن تھا کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول کے بعد بھی کوئی اور صاحب خلیفہ ہو جاتے''۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ ''چنانچہ اس موقعہ پر بھی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور خلافت کے لئے امیدوار تھے لیکن اکثریت نے میرزا بشیر الدین صاحب کا ساتھ دیا اور اس طرح آپ خلیفہ مقرر ہو گئے''۔

لکھتے ہیں ''اب سوال یہ ہے کہ اگر بڑے میرزا صاحب کے اندر کوئی روحانی قوت کام نہ کر رہی تھی تو پھر آخر آپ یہ کس طرح جان گئے کہ میرا ایک بیٹا ایسا ہوگا۔ جس وقت مرزا صاحب نے مندرجہ بالا اعلان کیا ہے، اُس وقت آپ کے تین بیٹے تھے۔ آپ تینوں کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے لیکن پیشگوئی صرف ایک کے متعلق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک فی الواقع ایسا ثابت ہوا ہے کہ اُس نے ایک عالم میں تغیر پیدا کر دیا ہے''۔

(رسالہ ''خلیفہ قادیان'' طبع اول صفحہ 7-8۔ از ارجن سنگھ ایڈیٹر ''رنگین'' امرتسر۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 287-288 مطبوعہ ربوہ)

پسرِ موعود سے متعلق وعدہ الٰہی تھا کہ ''وہ اولوالعزم ہوگا'' اور یہ کہ ''وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا''۔ چنانچہ ہندوستان کے نامور صحافی خواجہ حسن نظامی دہلوی (1878-1955) اپنی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں اُن کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جواں مردی کو ثابت کر دیا۔ اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں، یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں''۔

(اخبار ''عادل'' دہلی۔ 24راپریل 1933ء بحوالہ

تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 288 مطبوعہ ربوہ)

پھر پسرِ موعود کے متعلق ایک اہم خبر یہ دی گئی تھی کہ ”وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا“۔ یہ پیشگوئی جس حیرت انگیز رنگ میں پوری ہوئی اُس نے انسانی عقل کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور تحریکِ آزادی کشمیر اس پر گواہ ہے کیونکہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کا سہرا آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سر ہے۔ یہ مشہور کمیٹی حضور کی تحریک اور ہندو پاکستان کے بڑے بڑے مسلم زعماء مثلاً سر ذوالفقار علی خان، علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی دہلوی، سید حبیب مدیر اخبار سیاست وغیرہ کے مشوروں سے 25؍جولائی 1931ء کو شملہ میں قائم ہوئی۔ اور اس کی صدارت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو سونپی گئی تھی اور آپ کی کامیاب قیادت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانانِ کشمیر جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے بھی محروم ہو کر غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے، ایک نہایت قلیل عرصے میں آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ اُن کے سیاسی اور معاشی حقوق تسلیم کئے گئے۔ ریاست میں پہلی دفعہ اسمبلی قائم ہوئی اور تقریر و تحریر کی آزادی کے ساتھ انہیں اس میں مناسب نمائندگی ملی، جس پر مسلم پریس نے حضرت مصلح موعود کے شاندار کارناموں کا اقرار کرتے ہوئے آپ کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ:

”جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اور اُس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا، انہوں نے کام کی کامیابی کو زیرِ نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اُس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّتِ مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا“۔

(سرگزشت صفحہ 293 از عبدالمجید سالک۔ اخبار ”سیاست“ 18؍مئی 1933ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289 مطبوعہ ربوہ)

عبدالمجید سالک صاحب تحریکِ آزادی کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”شیخ محمد عبداللہ (شیرِ کشمیر) اور دوسرے کارکنانِ کشمیر مرزا محمود احمد صاحب اور اُن کے بعض کارپردازوں کے ساتھ...... اعلانیہ روابط رکھتے تھے۔ اور ان روابط...... کی بنا محض یہ تھی کہ مرزا صاحب کثیر الوسائل ہونے کی وجہ سے تحریکِ کشمیر کی امداد کئی پہلوؤں سے کر رہے تھے اور کارکنانِ کشمیر طبعاً اُن کے ممنون تھے“۔

(”ذکر اقبال“ صفحہ 188۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 289 مطبوعہ ربوہ)

علامہ نیاز فتح پوری صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کی مشہور تفسیرِ کبیر کا جب مطالعہ کیا تو آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ:

”تفسیرِ کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور مَیں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حُسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ مَیں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط علیہ السلام پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ آپ نے هٰـؤُلَاءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے، اُس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے“۔ (یہ 1963ء میں لکھا ہے)

(الفضل 17؍نومبر 1963ء۔ صفحہ 3۔ بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 324-325)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی جو خود بھی مفسرِ قرآن تھے اور ”صدقِ جدید“ کے مدیر تھے۔ حضور کی وفات پر انہوں نے لکھا کہ:

”قرآن اور علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی، اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، اُن کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے“۔

(بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 325)

پس یہ مَیں نے پیشگوئی کے پس منظر کا، پیشگوئی کا اور اس کا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کے بارے میں پورا ہونے کا مختصر بیان کیا ہے۔

آپ کے علمی کارنامے ایسے ہیں جو دنیا کو نیا انداز دینے والے ہیں جس کا دنیا نے اقرار کیا، جس کے چند نمونے میں نے پیش کئے ہیں۔ معاشی، اقتصادی، سیاسی، دینی، روحانی سب پہلوؤں پر آپ نے جب بھی قلم اٹھایا ہے یا تقریر کے لئے کھڑے ہوئے ہیں، یا مشوروں سے امتِ مسلمہ یا دنیا کی رہنمائی فرمائی تو کوئی بھی آپ کے تبحرِ علمی اور فراست اور ذہانت اور روحانیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ مصلح موعودؓ تھے، دنیا کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا، جس میں روحانی، اخلاقی اور ہر طرح کی اصلاح شامل تھی۔

پس آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اَور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہو گی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

مقام محمود

از مکرم حکیم خلیل احمد مونگھیری سابق ناظر تعلیم قادیان

چشم بینا سے کوئی دیکھے مقام محمود　　ہفت افلاک سے بھی ارفع ہے بام محمود
اللہ ذرا رفتار کی سرعت دیکھو　　آن کی آن میں پہونچا کہاں گام محمود
دست پر کیف سے جان نے حرم میں اپنے　　لکھ دیا ہے قلم شوق سے نام محمود
یہ اشارہ ہے کہ ہوگی وہ جماعت مقبول　　مقتدیٰ ہوں گے جس امت کے امام محمود
”وہ“ یہ کہتے تھے کہ شیرازہ بکھر جائے گا　　آئیں آنکھوں سے ذرا دیکھیں نظام محمود
سورۃُ الفجر کی تنویر ہے ہر صبح یہاں　　لیلۃُ القدر سے کچھ کم نہیں شام محمود
انہین مایوسی ہے پر اپنا تو ایمان ہے یہ　　غلبہ دین مقدر ہے بنام محمود
ٹھوکریں کھانے سے ملت کو بچایا کیسا　　دیکھا یہ حوصلہ و ضبط و زمام محمود
آؤ پی لو، نہ مرو پیاس سے اے تشنہ لبو　　زندگی بخش ہے ہر قطرہ جامِ محمود
کیف بی، وجد بھی، مستی بھی، خرد آور بھی　　کچھ عجیب رنگ جماتی ہے مدام محمود
امن و راحت کبھی دنیا کو نہیں ہوگی نصیب　　ہوگی جب تک نہ وہ عامل پیام محمود
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں　　گوش دل سے نہ سنیں جو کہ کلام محمود

ہم ایازوں کی الٰہی یہ دعا ہے ہردم
پیارے محمود کو حاصل ہو مرام محمود

دنیا کی موجودہ بے چینی کا اسلام کیا علاج پیش کرتا ہے

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعودؓ

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیحؓ عنہ نے ۹؍ اکتوبر ۱۹۴۶ء بمقام کوٹھی نمبر ۸ یارک روڈ دہلی میں مندرجہ بالا موضوع پر تقریر کی تقریر کی افادیت کے پیش نظر اس کے چند اقتباسات قارئین بدر کیلئے پیش خدمت ہیں۔(مدیر)

تشہّد ،تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

’’مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں اس طریق کار پر کچھ روشنی ڈالوں جو اسلام نے موجودہ بے چینی ، بے اطمینانی اور بدامنی کو دور کرنے کے لئے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ دنیا کی بے چینی اور بدامنی اتنی وسیع ہے کہ شاید اس دنیا کے پردہ پر اتنی وسیع بے امنی اور بے چینی کبھی نہیں ہوئی ہوگی اور اس کے اِس قدر مختلف اسباب پائے جاتے ہیں کہ ان کے متعلق طائرانہ نظر ڈالنا بھی کوئی آسان کام نہیں کجا یہ کہ اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے اور اِسلام کی تعلیم کو کھول کر بیان کیا جائے‘‘......

بہر حال میں کوشش کروں گا کہ بعض حصوں پر اختصار سے روشنی ڈالوں۔

فسادات کی وجوھات:

میں سب سے پہلے اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں اور اس بات کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے یہ فسادات کسی نئی چیز اور نئے سبب کی وجہ سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ فسادات کی وجوہ وہی ہیں جو آدمؑ سے لے کر اَب تک پیدا ہوتی چلی آئی ہیں۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جو اپنا منبع بیرونی دنیا میں رکھتی ہیں اور جو چیزیں اپنا منبع بیرونی دنیا میں رکھتی ہیں وہ بدلتی رہتی ہیں جیسے پہلے وقتوں کے لوگ اونٹوں پر سفر کرتے تھے اور اب ریلیں، کاریں اور ہوائی جہاز نکل آئے ہیں لیکن جہاں تک لڑائی جھگڑے اور فساد کا تعلق ہے وہ انسانی دماغ سے پیدا ہوتے ہیں اور انسانی دماغ شروع سے لے کر اَب تک ایک ہی رنگ میں چلے آتے ہیں۔ جب انسان کو غصہ آتا ہے تو اُس کے دماغ میں ہیجان پیدا ہوتا ہے، اس کا دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے اور چہرہ پر بھی اس کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں، جو کیفیت غصہ کے وقت انسانی دماغ کی پہلے زمانہ میں ہوتی تھی وہی اب بھی ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ میں اگر کسی کو غصہ آتا تھا تو وہ دوسرے کے گُلّے پر مُکّہ مار لیتا تھا پھر اور ترقی ہوئی تو لوگوں نے سونٹے کا استعمال شروع کیا، پھر اور ترقی ہوئی تو لوگوں نے تیر کمان کا استعمال شروع کیا، پھر اور ترقی ہوئی تو بندوق کا استعمال شروع ہوا اور اب اس سے بڑھ کر لوگوں نے غصہ کو فرو کرنے کے لئے بم اور ایٹم بم کا استعمال شروع کر دیا ہے مگر غصے کے اسباب وہی ہیں جو پہلے تھے اور جو کیفیت غصے سے انسانی قلب اور دماغ کی آج سے دس ہزار سال پہلے پیدا ہوتی تھی وہی آج پیدا ہوتی ہے کوئی نیا سبب پیدا نہیں ہوا۔ کوئی شخص دنیا کی عمر لاکھوں سال کی بتاتا ہے کوئی ہزاروں سال کی بتاتا ہے بہر حال غصہ کو ظاہر کرنے کے لئے جو ہیجان انسانی دماغ میں ابتدائی زمانہ میں پیدا ہوتا تھا وہی اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ صرف اس ہیجان کو ظاہر کرنے کیلئے کسی وقت کوئی تدبیر اختیار کر لی گئی اور کسی وقت کوئی تدبیر اختیار کر لی گئی۔ پس اس دنیا میں جو بدامنی اور فسادات پیدا ہو رہے ہیں ان کے لئے کسی نئی تدبیر کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں انسانی دماغ پر غور کرنا چاہئے کہ انسانی دماغ کیوں کسی کے خلاف بھڑک اُٹھتا ہے اور اس میں کیوں حدّت اور تیزی اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ اگر ہم ان وجوہ پر غور کریں تو ہم یقیناً بدامنی کا علاج دریافت کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ محض اس لئے کہ چونکہ یہ حالات ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوئے اس لئے ہمیں کسی نئی تجویز پر غور کرنا چاہئے بے وقوفی کی بات ہے۔ اس مرض کا علاج جیسے آدمؑ کے زمانہ میں تھا ویسا ہی آج ہے آج بھی انسانی دماغ ویسا ہی ہے۔ انسانی دماغ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سیدھی سادی اور فطری تجویزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ہم کوئی نیا علاج نکالیں۔ ان لوگوں کی مثال لال بجھکڑ کی سی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کسی کی بہونئ آئی تھی، اسے جب ہمسایوں کے گھر سے مٹھائی آئی تو اس نے شرم کے مارے ستون کے پیچھے ہو کر اور ستون کے دونوں طرف بازو پھیلا کر مٹھائی لے لی، مٹھائی تو دونوں ہاتھوں میں لے لی لیکن دونوں بازوؤں کے درمیان ستون آ گیا۔ اب اگر وہ ہاتھ نکالے تو مٹھائی گر جاتی تھی اور وہ مٹھائی بھی نہیں گرانا چاہتی تھی۔ وہ اسی حالت میں تھی کہ ساس سُسر جو کہیں باہر گئے ہوئے تھے وہ آ گئے انہوں نے بہو کو اس حالت میں دیکھا تو بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کیا جائے ان کو کسی نے کہا کہ تم لال بجھکڑ سے جا کر اس کا حل پوچھو۔ وہ لال بجھکڑ کے پاس گئے تو اس نے آ کر دیکھا اور دیکھ کر کہا پہلے مکان کی چھت اُتارو، پھر ستون کی اینٹیں نکال لو اس طرح لڑکی کے بازو باہر نکل آئیں گے۔ چنانچہ اُنہوں نے اس طرح کرنا شروع کر دیا، مکان کی چھت اُتار رہے تھے کہ کوئی شخص دریا پار کے علاقہ سے آیا؟ اس نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ لوگوں نے سارا واقعہ سنایا اس نے لال بجھکڑ سے کہا یہ کونسی مشکل بات تھی جس کے لئے تم چھت اُتار رہے ہو۔ لڑکی کے ہاتھوں کے نیچے تھالی رکھ کر مٹھائی اس میں گرالو اور اس کے بازو نکال لو۔ لال بجھکڑ نے کہا اگر اس طرح کیا جائے تو اُستادی کیا ہوئی یہی حالت آج کل کے لوگوں کی ہے وہ سوچتے ہیں کہ ہم کوئی نیا حل نکالیں جس سے ہماری استادی ظاہر ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ پہلے زمانہ کے لوگ اونٹوں پر سفر کرتے تھے اور اب لوگ ریلوں اور ہوائی جہازوں پر سفر کرتے ہیں یا پہلے زمانہ کے لوگ غصہ کے وقت تھپڑ اور گھونسے سے کام لیتے تھے اور آج کل کے لوگ بم اور ایٹم بم سے کام لیتے ہیں لیکن انسانی دماغ ایک ہی قسم کا ہے اور فساد کی وجوہ بھی وہی ہیں جو پہلے تھیں۔

فسادات کیوں ہوت ہیں؟

پس ہمیں کسی نئے علاج کے سوچنے کی ضرورت نہیں ہم آج اسی چیز کو استعمال کریں گے جو آج سے ہزاروں سال قبل استعمال کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک عام بات فسادات کے متعلق بیان فرمائی ہے کہ فسادات کیوں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ اگر زمین و آسمان میں ایک خدا سے زائد خدا ہوتے تو ان میں فساد اور لڑائی جھگڑے ہوتے اور وہ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے بے اطمینان رہتے اور یہ نظامِ عالم نہ چل سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ جو ربّ العرش ہے شرک سے پاک ہے تم نظامِ عالم پر غور کر کے دیکھو کہ سارے کا سارا نظام یکساں طور پر چل رہا ہے، سورج اپنے اصل کے ماتحت کام کر رہا ہے، زمین اپنے طریق پر حرکت کر رہی ہے اور اس کی حرکت ایک خاص نظام کے ماتحت نظر آتی ہے۔ غرض اس دنیا کی تمام چیزوں میں ایک ایسا نظام نظر آتا ہے جو ایک دوسرے کو متحد کئے ہوئے ہے اور کسی چیز میں ٹکراؤ نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب ساری دنیا میں تمہیں ایک ہی نظام نظر آتا ہے تو تم کس طرح کہتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود بھی ہے کیونکہ اگر دو ہوتے تو ان میں ضرور فساد ہوتا اور کائناتِ عالم کا نظام اس طرح نہ چل سکتا۔ اب ہمیں فساد کی وجہ معلوم ہوگئی کہ جب کسی نظام میں خلل پڑ جائے تو فساد پیدا ہوتا ہے اور جب ایک مرکز کے ساتھ متحد رہیں تو فسادات پیدا نہیں ہوتے۔ پس اس قانون کے ماتحت ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جب کسی انسان کے دماغ پر دو حاکم ہوں تو وہ آرام میں نہیں رہ سکتا بلکہ یہ ضروری بات ہے کہ اس کے دماغ میں پراگندگی اور فساد پیدا ہو۔ مثلاً خدا بھی حاکم ہو اور اس کا نفس بھی حاکم ہو تو فساد پیدا ہوگا یا خدا بھی حاکم ہو اور اس کی قوم بھی اس پر حاکم ہو تو فساد پیدا ہوگا یا اس پر خدا بھی حاکم ہو اور اس کی قوم کے رسم و رواج بھی حاکم ہوں تو فساد پیدا ہوگا یا خدا تعالیٰ بھی حاکم ہو اور اس کی حکومت بھی اس پر حاکم ہو تو فساد پیدا ہوگا۔ غرض کئی قسم کی حکومتیں پائی جاتی ہیں جو شخص ان مختلف حکومتوں کے ماتحت ہوگا اسے کبھی بھی اطمینانِ قلب نصیب نہ ہوگا۔ ایک شخص مذہب کو بھی

تسلیم کرتا ہے اور اِدھر اس کے تعلقات مغربی دنیا کے ساتھ ہیں جو ایسے کاموں کی طرف اسے لے جاتے ہیں جو خلافِ اسلام ہیں اور اس وجہ سے نماز روزہ کے متعلق یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ یہ پرانے زمانہ کی باتیں ہیں۔ اِدھر قرآن کریم اسے کہتا ہے کہ نماز پڑھو اور روزے رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو لیکن جب وہ دوسرے لوگوں کی مجلس میں جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پرانے زمانہ کی باتیں ہیں۔ ایسا انسان آخر دہریہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے دل پر پورے طور پر یا تو خدا تعالیٰ کی حکومت قائم ہو سکتی ہے یا شیطان کی حکومت قائم ہوسکتی ہے دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر کوئی شخص بچ نہیں سکتا۔ جب ایک طرف خدا تعالیٰ معبود ہو اور دوسری طرف دوست معبود بنے ہوئے ہوں یا ایک طرف اللہ تعالیٰ معبود ہو اور دوسری طرف قوم اور اس کے رسم ورواج اور اس کا فلسفہ معبود بنا ہوا ہو تو ایسا شخص اطمینان سے نہیں رہ سکتا کیونکہ قرآن کریم نے یہ اصول قائم کیا ہے کہ جب دو حاکم ہوں گے فساد ضرور پیدا ہوگا۔ چنانچہ قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے کہ دنیا کی ترقی اور تباہی زمین و آسمان کے اتحاد پر موقوف ہے۔ جب بھی فساد ہوتا ہے زمین وآسمان کے بگاڑ سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (الانبیآء:۳۱،۲۳)

کہ کیا کفار نہیں دیکھتے کہ زمین وآسمان بند تھے یعنی نہ زمین اپنے روحانی پھل اور سبزیاں اُگاتی تھی اور نہ ہی آسمان وقت پر بارش برساتا تھا زمین وآسمان بند ہو گئے تھے پھر ہم نے اُن میں کشائش کے سامان پیدا کئے اور ان کو اپنے انبیاء کے ذریعے پھاڑ دیا۔ پس دنیا میں ترقی اور کشائش کے سامان تبھی پیدا ہوتے ہیں جب زمین وآسمان متحد ہو جائیں اور دنیا کی تباہی اور بربادی کے سامان بھی تبھی ہوتے ہیں جب زمین وآسمان جمع ہو جائیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمان سے بارش برسی اور زمین سے چشمے پھوٹ پڑے اور اس طرح وہ قوم تباہ ہوگئی۔

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا (القمر:۱۲،۱۳)

اگر آسمان سے بارش برستی لیکن زمین سے چشمے نہ پھوٹتے تو وہ قوم تباہ نہ ہوتی یا اگر زمین سے چشمے پھوٹے تھے تو آسمان سے بارش نہ ہوتی تو وہ قوم بچ جاتی۔ مگر چونکہ زمین وآسمان متحد ہو گئے اس لئے وہ قوم تباہ ہوگئی۔ اسی طرح باقی انبیاء کے متعلق ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے دشمنوں کی تباہی کی وجہ یہی ہوئی کہ زمین و آسمان ان کے خلاف ہو گئے اور وہ تباہ ہو گئے۔

حقیقی امن کے قیام کا ذریعہ:

پس حقیقت میں امنِ کامل ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ زمین وآسمان میں ایک حکومت نہ ہو۔ کامل امن اور کامل آزادی اسی وقت نصیب ہوگی جب زمین پر بھی خدا تعالیٰ کی بادشاہت اسی طرح قائم ہو جائے جس طرح آسمان پر ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو یہ دعا سکھائی کہ اے خدا! جس طرح تیری بادشاہت آسمان پر ہے اسی طرح زمین پر بھی ہو اس دعا میں حضرت مسیح علیہ السلام نے یہی فَفَتَقْنٰهُمَا کا مضمون ادا کیا ہے۔ غرض امن کا ذریعہ یہی ہے کہ یا تو دو آدمی جن میں جھگڑا ہے مل بیٹھیں اور یا پھر ایک شخص دوسرے کو مار دے اسی طرح یا تو دنیا میں کلی طور پر خدا تعالیٰ کی بادشاہت قائم ہو جائے تو امن ہو جائے گا اور یا پھر کلّی طور پر شیطان کی حکومت قائم ہو جائے تو پھر بھی امن قائم ہو جائیگا۔ جب سے یورپین لوگوں نے ہندوستان اور افریقہ وغیرہ پر قبضہ کیا ہے ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ ان ملکوں کے لوگوں کو نکما کر کے ہم پورے طور پر ان ملکوں پر قابض ہو جائیں لیکن آسمان کی حکومت ان کے ساتھ نہیں تھی اس لئے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اگر وہ ان ممالک کے متعلق آسمان سے فیصلہ کرا دیتے کہ ان ملکوں کے باشندوں کی اولادیں بند ہو جائیں اور ان کی نسلیں منقطع ہو جائیں تو پھر یہ ہوسکتا تھا لیکن آسمان کی حکومت ان کے ساتھ نہیں تھی اس لئے بجائے اس کے کہ ہندوستان کی نسل بند ہوتی پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی۔ جس وقت انگریز ہندوستان میں آئے تھے اس وقت ہندوستان کی آبادی بیس کروڑ تھی اور اب چالیس کروڑ ہے گویا پہلے کی نسبت دُگنی آبادی ہوگئی کیونکہ آسمانی بادشاہت کا یہ حکم تھا کہ ان کی نسلیں بڑھیں۔ اسی طرح انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ تو کر لیا لیکن ذہنیتوں کو غلام نہ بنا سکے۔ ہاں اگر آسمان کی حکومت ان کے ساتھ ہوتی اور وہ فیصلہ کر دیتی کہ آئندہ جتنے بچے پیدا ہوں ان سب کی ذہنیت غلامانہ بنا دی جائے تو پھر کوئی شخص اس غلامی کو دُور نہ کر سکتا۔ بے شک یورپ اور امریکہ نے مختلف ملکوں پر قبضہ کر لیا لیکن ذہنیتوں کو غلام نہیں بنا سکے کیونکہ پیدائش اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی ذہنیت غلامانہ بنا دیتا تو کوئی بھی بغاوت نہ کرتا۔ مثلاً کتے، گھوڑے، گدھے اور بیل سب اسی طرح کام کرتے چلے جاتے ہیں جس طرح آسمانی آقا نے انہیں حکم دیا ہے تم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کتوں، گھوڑوں اور بیلوں نے کبھی بغاوت کی ہو۔ وہ کوڑے کھاتے ہیں مگر پھر بھی محبت کرتے ہیں کیونکہ آسمان نے انہیں اسی لئے بنایا ہے جس غرض کے لئے زمین تقاضا کرتی تھی۔ زمین چاہتی تھی کہ گھوڑا اپنے مالک کی فرمانبرداری کرے آسمان نے بھی اسے اسی مقصد کے لئے پیدا کیا، زمین چاہتی تھی کہ کتا مالک کے گھر کا پہرہ دے۔ آسمان نے بھی اُسے اُسی کام کے لئے پیدا کیا اس لئے اُن میں بغاوت کا مادہ نہیں لاکھوں ہزاروں سالوں سے یہ اسی طرح کام کرتے آ رہے ہیں اور ان میں کوئی تغیر نہیں ہوا کیونکہ انسان نے چاہا کہ وہ کتے پر حکومت کرے آسمانی بادشاہت نے کہا ہاں بیشک حکومت کروانسان نے چاہا کہ گھوڑے پر حکومت کرے آسمانی بادشاہت نے کہا ہاں بے شک حکومت کرو، ہم نے اسی لئے اس کو پیدا کیا ہے، انسان نے چاہا بیل سے کھیتی باڑی کا کام لے آسمانی بادشاہت نے کہا ہاں بے شک اس سے کام لو۔ پس جب آسمانی اور زمینی بادشاہت کا منشاء ایک ہو جاتا ہے تو کوئی فساد پیدا نہیں ہوتا اور کوئی بغاوت نہیں ہوتی لیکن آسمانی بادشاہت نے یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ انسان میرے سوا کسی دوسرے کا غلام بن کر نہ رہے۔ دنیا کے بادشاہوں نے انسان کو غلام بنانے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے ہیں لیکن کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ آسمانی بادشاہت کا منشاء یہ نہیں۔ زمینی بادشاہوں نے محکوم قوموں کی اولادوں کی عقلوں کو کمزور کرنے کی کوشش کی، نئے نئے فلسفے ان کے سامنے رکھے تاکہ آزادی کا خیال ان کے دلوں سے مٹ جائے مگر بالکل اسی طرح جس طرح پانی کی بھری ہوئی مشک کے سوراخ سے پانی اُچھل کر نکلتا ہے اور سوراخ زیادہ ہوتا جاتا ہے یہی حال انسان کی آزادی کا ہے جتنا دبانے کی کوشش کی جاتی ہے اتنی ہی بغاوت پیدا ہوتی ہے۔ پس حقیقی امن نہیں ہوسکتا جب تک آسمان اور زمین کی بادشاہت ایک نہیں ہو جاتی یا خدا تعالیٰ کی بادشاہت زمین پر غالب آ جائے یا شیطان کی حکومت آسمان پر غالب آ جائے لیکن شیطان آسمان پر غالب نہیں آ سکتا ہاں اللہ تعالیٰ کی حکومت زمین پر غالب ہو سکتی ہے۔ جس طرح آسمان اور زمین کی بادشاہتیں آپس میں اختلاف رکھتی ہوں تو امن قائم نہیں ہوسکتا اسی طرح اگر دنیا کی مختلف حکومتیں آپس میں اختلاف رکھتی ہوں تو امن نہیں ہوسکتا کیونکہ امن اور ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ مختلف اشیاء کا تبادلہ ہو سکے اور وہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکیں اور یہ فطرتی تقاضا ہے کہ لوگوں کو ان کی ضروریات آسانی سے ملتی رہیں لیکن چونکہ دنیا میں مختلف حکومتیں ہیں اس لئے ان کے مقاصد الگ الگ ہیں، ان کے ترقیات کے معیار الگ الگ ہیں، ان کے منافع الگ الگ قسم کے ہیں اس لئے اس اختلاف کی وجہ سے لڑائی جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔

پس اصل سوال یہ ہیں۔

(۱) کہ کیا ساری دنیا پر خدا تعالیٰ کی بادشاہت آ سکتی ہے یعنی کیا ساری دنیا ایک مذہب پر قائم ہوسکتی ہے؟

(۲) کیا دنیا میں ایک حکومت قائم ہو سکتی ہے؟

سوال اوّل کا جواب نفی میں ہے کیونکہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف قسم کے ذہنی اختلاف باقی رہیں گے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تیرے متبعین اور تیرے ماننے والے تیرے نہ ماننے والوں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران:۵۶)

اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ متبعین بھی رہیں گے اور منکرین بھی رہیں گے اور دونوں ہی قیامت تک رہیں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر نہیں کہ تمام دنیا کا ایک ہی مذہب ہو جائے۔ پس معلوم ہوا کہ خدائی بادشاہت اس رنگ میں

نہیں آئے گی کہ تمام دنیا ایک ہی دینی رو کے تابع ہو جائے اور کوئی کنبہ اور کوئی خاندان اس کا مخالف باقی نہ رہے۔ دوسرے سوال کا جواب بھی بظاہر یہی ہے کہ ابھی اس کا کوئی امکان نظر نہیں آتا لیکن یہ چیز ناممکن بھی نہیں اور کوئی مذہبی پیشگوئی ایسی نہیں جو اسے ناممکن قرار دیتی ہو اور کوئی دُنیوی وجہ بھی ایسی نہیں کہ ہم یہ خیال کریں کہ تمام دنیا میں ایک حکومت نہیں ہو سکتی لیکن موجودہ زمانہ میں اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا تو ان مشکلات کا علاج کیا ہے؟

میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک ایک حکومت قائم نہ ہو سکے اس وقت تک کوشش کی جائے کہ مختلف حکومتیں آپس میں حقیقی طور پر اتحاد کر لیں۔ اگر یہ صورت ہو جائے تو یہ بھی ایک حکومت کے قائم مقام ہو سکتی ہے اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور کلی طور پر اتحاد کرنا مشکل ہو تو پھر باوجود اختلاف کے حکومتیں اختلاف پر ہی متحد ہو جائیں یعنی اس اختلاف کی وجہ سے لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ بعض دفعہ دنیا دار لوگوں کے مونہوں سے بھی بعض حکمت کی باتیں نکل جاتی ہیں گزشتہ جنگ کے بعد مسٹر لائڈ جارج فرانس کے ساتھ یہ مشورہ کرنے کے لئے گئے کہ جرمنوں کے ساتھ کن شرائط پر صلح کی جائے۔ فرانس والے یہ چاہتے تھے کہ جرمنی کا بہت سا حصہ ان کے سپرد کر دیا جائے لیکن مسٹر لائڈ جارج یہ نہیں چاہتے تھے کہ جرمنی کا کوئی حصہ فرانس کے سپرد کیا جائے۔ کئی دن تک اس مطالبہ کے متعلق گفتگو ہوتی رہی آخر انہوں نے دیکھا کہ اختلافات کی خلیج وسیع ہوتی جارہی ہے اس لئے وہ گفتگو ختم کر کے واپس آ گئے۔ لوگوں نے بحث کا نتیجہ پوچھا تو انہوں نے کہا نتیجہ بہت اچھا رہا ہے ہم نے ایک دوسرے کے اختلاف پر اتفاق کر لیا ہے۔ پس ہر اختلاف میں لڑائی نہیں ہوتی بلکہ لڑائی وہاں ہوتی ہے جہاں انسان اپنی بات کو زور سے منوانے کی کوشش کرے اور اس اختلاف کو بزورِ بازو دور کرنا چاہے ورنہ ہر گھر میں مختلف طبائع ہوتی ہیں اور مختلف کھانوں کو پسند کرتی ہیں۔ کوئی کدو نہیں کھاتا اور کوئی آلو نہیں کھاتا اور کوئی کریلے نہیں کھاتا اور کوئی دودھ کو پسند کرتا ہے اور کوئی چائے کو پسند کرتا ہے اور کوئی لسّی کو پسند کرتا ہے لیکن کیا ان باتوں پر گھروں میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔ گو بعض اوقات ہو بھی جاتی ہیں لیکن وہ صرف اس صورت میں ہوتی ہیں کہ کوئی شخص گھر والوں کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ باقی سب چیزیں چھوڑ کر فلاں چیز ہی پکایا کریں ایسی صورت میں لڑائی کا امکان ہے لیکن اس کا یہ مطالبہ بالکل احمقانہ ہوتا ہے۔ پس اختلاف کو برداشت کرنا بھی امن کا ذریعہ ہے۔

دنیا میں امن کے قیام کے دو ذریعے:

دنیا میں امن پیدا کرنے کے دو ہی ذریعے ہیں کہ یا تو اختلاف کو مٹا دیا جائے اور مکمل اتحاد کی صورت پیدا کر لی جائے اور یا پھر اس اختلاف کو برداشت کیا جائے۔ دنیا میں جب بھی نبی آتے ہیں تو لوگ ان کو مارتے اور دکھ دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس اختلاف کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لڑائی یہودیوں سے اس لئے نہ تھی کہ تم مجھے ضرور مانو بلکہ اس لئے تھی کہ یہودی آپ کو مجبور کرتے تھے کہ تم اپنا مذہب چھوڑ دو اور یہ اختلاف پیدا نہ کرو۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ والوں سے لڑائی اس لئے نہ تھی کو تم مجھے ضرور مانو بلکہ اس لئے تھی کہ مکہ والے آپ کو اس بات پر مجبور کرتے تھے کہ تم اپنا مذہب چھوڑ دو اور ہماری قوم میں اختلاف پیدا نہ کرو ہم تمہارے اس اختلاف کو کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ لڑائی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون نے پیدا کی اور یہی وجہ ہندوستان کے نبی کرشن اور رام چندر کے زمانہ میں ان کے دشمنوں نے پیدا کی اور یہی وجہ ایران کے نبی زرتشت کے زمانے میں ان کے دشمنوں نے پیدا کی اور یہی وجہ چین کے نبی کنفیوشس کے زمانہ میں ان کے دشمنوں نے پیدا کی تمام زمانوں میں انبیاء سے لڑائی کی وجہ یہی تھی حالانکہ نبیوں نے کسی کو اپنے ماننے کے لئے مجبور نہیں کیا ہاں دشمن مجبور کرتے تھے کہ تم اپنا دعویٰ چھوڑ دو اور ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عرب میں غلبہ عطا کیا تو آپ نے بحرین کے بادشاہ کے پاس وفد بھیجا اور ساتھ ہی اپنا ایک خط بھی دیا جس کی بناء پر وہ مسلمان ہو گیا جب وہ مسلمان ہو گیا تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ میرے علاقہ میں جو عیسائی اور مجوسی وغیرہ رہتے ہیں ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ آپ نے اس کو لکھوایا کہ غیر مذہب والے کو اسلام لانے پر مجبور نہ کرو اور نہ ہی اس کو اپنے ملک سے نکالو جو لوگ اپنے مذہب پر رہنا چاہیں انہیں اپنے مذہب پر ہی رہنے دو ہاں ان سے ٹیکس وصول کرو اگر وہ ٹیکس ادا کرتے جائیں تو تمہیں ان پر کسی طرح دباؤ ڈالنے کی اجازت نہیں۔ اسلام کا یہ طریق بتاتا ہے کہ اسلام کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ ضرور اسلام میں داخل ہو بلکہ وہ اختلاف کو برداشت کرتا ہے۔ پس فساد کی وجہ صرف اختلاف نہیں بلکہ ایسا اختلاف ہے جس کے چھوڑنے کے لئے دوسرے کو مجبور کیا جائے اور دوسروں کو اپنے اندر شامل رہنے پر مجبور کیا جائے۔ دوسروں کو اپنے اندر شامل رکھنے کے لئے مجبور کرنا بظاہر اتحاد نظر آتا ہے مگر یہی چیز فساد کا منبع ہے۔ جب کفار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف دیتے تھے تو وہ یہی کہتے تھے کہ ہم اختلاف کو دور کرنا چاہتے اور قوم میں اتحاد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ کی قوم کو فرعون نے تکلیفیں دیں تو وہ بھی یہی دعویٰ کرتا تھا کہ میں قوم کو متحد کرنا چاہتا ہوں اور قوم کو ایک کرنا چاہتا ہوں لیکن حضرت موسیٰ اور اس کے ساتھی قوم کے لئے افتراق کا باعث بن رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی لئے تکالیف دی گئیں کہ یہ شخص قوم میں اختلاف کی روح پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس طرح قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اسے اس کام سے باز رکھنا چاہئے۔ تو دعویٰ سب کا یہی تھا کہ ہم اختلاف کو دور کرنا چاہتے ہیں اور قوم کو ایک کرنا چاہتے ہیں مگر کسی قوم کا جبری طور پر اختلاف کو مٹانا ہی فساد کا موجب ہے۔ جب ایک شخص کسی اصولی بات پر دل سے قائم ہے تو وہ اسے جبراً چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوگا اور جب اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس بات کو چھوڑے تو لازمی بات ہے کہ لڑائی ہوگی اور وہی بات جو بظاہر اتحاد کا ذریعہ نظر آتی ہے فساد اور جھگڑے کا موجب بن جائے گی۔ اگر کوئی شخص سوال کرے جب مذہب ایک نہیں ہو سکتا اور یہ چیز امن کے لئے ضروری ہے تو پھر کیا کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل ہم میں سے ہر آدمی اپنے اندر تحقیق کا مادہ پیدا کرے اور ہر شخص بغور دیکھے کہ جس مذہب کو وہ مانتا ہے کیا اس کے پاس واقعہ میں اس مذہب کے سچا ہونے کے دلائل بھی موجود ہیں یا اندھا دھند والدین کی تقلید کر رہا ہے وہ اپنے مذہب کو بھی دیکھے اور غور کرے اور دوسرے مذاہب کا بھی مطالعہ کرے اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ اس کے سوچ بچار اور تحقیقات کا نتیجہ چاہے صحیح نکلے یا غلط بہر حال ہر انسان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ مذاہب کا مطالعہ کرے اور جو مذہب اسے سچا معلوم ہو اسے اختیار کرے۔ بغیر تحقیق کے کسی مذہب کو مان لینا انسان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے کہ تو ان لوگوں کو کہہ دے کہ

عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ط (یوسف ۱۰۹)

یعنی میں اور میرے ماننے والے کیوں حق پر ہیں اس لئے کہ ہم نے اسے بصیرت کے ساتھ قبول کیا ہے لیکن تم اس لئے غلطی پر ہو کہ تم نے بصیرت کے ساتھ اس مذہب کو نہیں مانا بلکہ تم اپنے آباء و اجداد کا مذہب سمجھ کر اسے مانتے آ رہے ہو۔ تمہارے پاس اس کے سچا ہونے کی کوئی دلیل نہیں خدا کا ایک ہونا درست ہے یا تین خداؤں کا عقیدہ رکھنا درست ہے یہ چیز زیر بحث نہیں بلکہ اصل بات ہے کہ ہم نے جو کچھ مانا ہے وہ تحقیق کر کے مانا ہے دلائل اور شواہد کے ساتھ مانا ہے حالانکہ ہمارے آباء و اجداد ان باتوں کو نہیں مانتے تھے لیکن تم جو کچھ مانتے ہو وہ محض آباء و اجداد کی اندھا دھند تقلید ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ پس یہ نہایت ضروری امر ہے کہ ہر شخص تحقیقات کے بعد اپنا مذہب خود اختیار کرے۔ لیکن جب تحقیق کرنے لگے تو اسے یہ عہد کر لینا چاہئے کہ اگر مجھے حق مل گیا تو میں اس کے قبول کرنے میں ضد اور تعصّب سے کام نہیں لوں گا بلکہ اپنی عقل اور فکر سے کام لے کر سوچوں گا کہ ایک سچے مذہب میں جن امور کا پایا جانا ضروری ہے کیا وہ میرے تجویز کردہ مذہب میں بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں اور اگر نہ پائے جائیں تو مجھے اس کے چھوڑنے میں کوئی دریغ نہیں ہوگا۔ یہ خیال کر لینا کہ جو کچھ ہمارے باپ دادا مانتے چلے آئے ہیں وہی درست ہے اور اب ہمارا بھی فرض ہے کہ اس کو مانیں اور اپنی ذاتی عقل اور فکر سے کام نہ لیں ایک ایسا خیال ہے جو کسی طرح سے بھی درست نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر تمہارے ماں باپ کا مذہب ہی تمہارے لئے کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ تمہیں عقل نہ دیتا بلکہ تمہارا حصہ بھی تمہارے ماں باپ کو دے دیتا جنہوں نے تمہارے متعلق

فیصلہ کرنا تھا اور جن کی تم نے پیروی کرنی تھی۔ اس لحاظ سے تو عقل کی صرف انہیں ہی ضرورت تھی تمہیں ضرورت نہ تھی پھر تم کو اللہ تعالیٰ نے عقل وشعور کیوں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فعل عبث نہیں ہے بلکہ اس نے تمہیں عقل اس لئے دی ہے کہ تم اس سے کام لو اور اس کے ذریعہ حق و باطل میں تمیز کر سکو۔ پس یہ ایک بیوقوفی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دماغ تو دے دیا لیکن اب اس سے سوچنے اور کام لینے کی ضرورت نہیں۔ جب تک انسان میں دماغ موجود ہے اس کو نیکی اور بدی کی پہچان اور حق وباطل میں خود تمیز کرنی چاہئے۔ یہ ایک اہم فریضہ ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے۔‘‘......

’’پس اسلام اختلاف کو جائز قرار دیتا ہے اور سختی کے ساتھ اس بات سے روکتا ہے کہ اختلافِ مذہب کی وجہ سے آپس میں جنگ وجدال کیا جائے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو لوگ تحقیقات کرنے کے عادی ہیں وہ اختلاف کی وجہ سے لڑتے ہی نہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جب میرا حق ہے کہ میں تحقیق حق کر کے کسی نتیجہ پر پہنچوں تو دوسرے شخص کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ بھی تحقیق کرے۔ دیکھ لو سائنسدان کبھی آپس میں اختلاف کی وجہ سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ ایک سائنسدان نے ایک لمبی تحقیق کے بعد ایک تھیوری نکالی لیکن کچھ عرصہ کے بعد کسی دوسرے سائنسدان نے اس کی تحقیقات کو غلط ثابت کر دیا اور اس نے ایک جدید تھیوری قائم کر دی مگر باوجود اس کے کہ وہ ایک دوسرے کی تھیوریوں کو غلط ثابت کرتے چلے جاتے ہیں ان میں کبھی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا کہ تم نے میری تھیوری کو کیوں غلط قرار دے دیا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح میرا حق ہے کہ میں کبھی کوئی تھیوری نکالوں اسی طرح دوسرے کا حق ہے کہ وہ بھی تحقیقات کرے اور اگر اسے مجھ سے کوئی بہتر چیز معلوم ہو تو وہ بے شک میری بات کو غلط قرار دے دے۔ لیکن عام لوگ یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ چاہے کچھ ہو ہم نے اپنے ماں باپ کے مذہب کو نہیں چھوڑنا اس لئے وہ دوسرے مذاہب کے خلاف اپنے دلوں میں ضد اور عداوت لئے بیٹھے رہتے ہیں۔

پس پہلی بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص تحقیق حق کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ضد نہ کرے اگر تحقیقات کرنے کے بعد اس پر حق کھل جائے تو اسے بخوشی تسلیم کر لے اور اس کے قبول کرنے میں کسی تساہل سے کام نہ لے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہوگی کہ ایک شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق بات کیا ہے لیکن وہ اس کے قبول کرنے سے گریز کرے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض دفعہ حق کے قبول کرنے میں کئی قسم کی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں لیکن ان تکالیف سے ڈر کر حق کو چھوڑ دینا بھی نہایت ہی کم ہمتی ہے۔ گلیلیو نے یہ تحقیقات کی کہ زمین چپٹی نہیں بلکہ گول ہے جب یہ خبر شائع ہوئی تو پوپ نے اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا کہ یہ بات بائبل کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اس فتویٰ کی وجہ سے گلیلیو پر لوگوں نے مظالم کرنے شروع کر دیئے۔ کچھ مدت تک وہ ان مظالم کو برداشت کرتا رہا آخر تنگ آ کر اس نے کہہ دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ شیطان میرے دماغ پر غالب آ گیا تھا اس لئے میں نے یہ کہہ دیا کہ زمین گول نہیں بلکہ چپٹی ہے اس طرح اس کو لوگوں کے مظالم سے تنگ آ کر صداقت کو چھوڑنا پڑا۔ اس کے مقابلہ میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے ماننا ہی نہیں چاہے ہمیں صداقت بھی نظر آ جائے۔ ہمارے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مثال موجود ہے آپ کے پاس کچھ یہودی آئے اور انہوں نے آپ سے باتیں کیں جب مجلس سے اُٹھ کر باہر نکلے تو ایک دوسرے کو کہنے لگا کہ بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی باتوں کا تم پر کیا اثر ہوا؟ دوسرے نے کہا تورات کی پیشگوئیاں تو اس پر پوری ہو چکی ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا پھر کیا فیصلہ ہے اس نے کہا فیصلہ کیا جب تک دم میں دم ہے اس کو نہیں ماننا تو جب انسان ضد پر قائم ہو جائے تو لازمی بات ہے کہ وہ حق کو نہیں پا سکتا۔

پس دوسری چیز یہ ہے کہ ہر انسان اپنے دل سے ضد کو نکال دے اور اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ کر لے کہ جہاں کہیں مجھے سچائی مل جائے گی میں اسے قبول کر لوں گا۔ ضد تبھی پیدا ہوتی ہے جب وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں کسی حالت میں بھی اپنے مذہب کو نہیں چھوڑوں گا۔

تیسری ضروری بات یہ ہے کہ اختلافِ مذہب کو کبھی وجہ فساد نہ بنایا جائے ہر انسان اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لے کہ تحقیق کر کے کوئی فیصلہ کروں گا۔ اگر حق مل گیا تو قبول کر لوں گا اور اگر حق مجھ پر نہ کھلا تو لڑائی جھگڑا نہیں کروں گا بلکہ خاموش ہو جاؤں گا۔ جب کوئی شخص تحقیق حق کرے گا تو دو ہی پہلو ہوں گے یا تو اس پر حق کھل جائے گا اور یا نہیں کھلے گا۔ اگر وہ اس نیت سے تحقیق حق کرے گا کہ اگر حق کھل گیا تو مان لوں گا اور اگر حق مجھ پر نہ کھلا تو لڑوں گا نہیں تو ایسا شخص صداقت معلوم ہونے پر اسے قبول کرنے سے ہچکچائے گا نہیں اور اگر اسے صداقت نہ ملی تو وہ خاموش ہو جائے گا اور لڑائی جھگڑا کا بازار گرم نہیں کرے گا۔

آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اس اختلاف کو برداشت نہ کریں جبکہ پہلے لوگ بھی دوسروں سے اختلاف کرتے چلے آئے ہیں۔ جب حضرت کرشنؑ اور حضرت رام چندر جیؑ نے دعویٰ کیا تو کیا انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا یا نہیں؟ اگر اختلاف کیا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج ان کے ماننے والے اس اختلاف کو برداشت نہیں کرتے اور ٹھنڈے دل سے غور نہیں کرتے۔ جب زرتشت نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو کیا انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف نہیں کیا تھا؟ اگر اُنہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا تو کیا وجہ ہے آج حضرت زرتشتؑ کے ماننے والے دوسروں کے اختلاف کو برداشت نہیں کرتے۔ جب حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ نے اپنے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تو کیا انہوں نے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا یا نہیں؟ اگر اُنہوں نے اختلاف کیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ آج ان کے ماننے والے دوسروں کے اختلاف کو برداشت نہیں کرتے۔ اگر ان کو اپنے اپنے زمانہ میں دوسروں سے اختلاف کرنے کا حق تھا تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

پس گزشتہ انبیاء کے اَتباع کو کسی طرح بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی سے محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے دشمنی اور بغض رکھیں۔ اسلام اس بات سے سختی سے منع کرتا ہے کہ کسی شخص سے محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے بغض وعناد رکھا جائے۔ ہمارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُسوہ حسنہ موجود ہے آپ کے گھر ایک یہودی آیا آپ نے اُس کو اپنا مہمان ٹھہرایا۔ وہ یہودی آپ سے بہت کینہ اور بغض رکھتا تھا صبح جاتے وقت وہ بستر پر پاخانہ پھر گیا۔ اُس وقت بستر بہت سادہ ہوتے تھے عام طور پر ایک ہی کپڑا ہوتا تھا تو شکوں وغیرہ کا استعمال ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کپڑے کو دھونا شروع کیا خادمہ جو پانی ڈال رہی تھی اس کے منہ سے غصہ کی وجہ سے یہ فقرہ نکلا کہ خدا اس کا بیڑا غرق کرے کتنا بُرا آدمی تھا کہ رات اس بستر میں سویا رہا اور صبح جاتی دفعہ اس میں پاخانہ کر گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو بُرا بھلا کہنے سے فوراً روک دیا اور فرمایا اسے بُرا نہ کہو خدا جانے اُسے کیا تکلیف تھی۔ 9 پس اختلاف کو وجہ فساد بنانا عقل مندی نہیں اور اس اختلاف پر لڑنے سے کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ تین چیزیں پیدا ہو جائیں تو خدا تعالیٰ کی بادشاہت قائم ہو سکتی ہے۔

حکومتوں کے اختلافات دور کرنے کے طریقے:

دوسرا سوال یہ ہے کہ دُنیوی طور پر حکومتوں کے اختلاف کس طرح مٹ سکتے ہیں؟ اِس سوال کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں کہ موجود زمانہ میں یہ چیز بظاہر مشکل نظر آتی ہے لیکن ناممکن نہیں۔ یہ دوسری قسم کا اختلاف دنیا میں پارٹی سسٹم کی وجہ سے تقویت پکڑ رہا ہے اِس سسٹم کی وجہ سے ایک حکومت دوسری حکومت سے اختلاف رکھتی ہے بلکہ حکومتوں کے اندر بھی یہ فساد پایا جاتا ہے مگر ہم ان کا فیصلہ نہیں کر سکتے ان کا فیصلہ خود حکومتیں ہی کر سکتیں ہیں۔ اب میں یہ بیان کروں گا کہ اسلامی تعلیم ایسے حالات میں ہماری کیا راہ نمائی کرتی ہے یہ اور بات ہے کہ دنیا اِس پر عمل کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں میں بادشاہ نہیں ہوں کہ کسی کو یہ بات منوا سکوں، نہ میں ہندوستان والوں کو اپنی بات منوا سکتا ہوں اور نہ ہی انڈونیشیا والوں اور فلسطین کے لوگوں کو اپنی بات منوا سکتا ہوں، میرے پاس سوائے دلیل کے اور کوئی طاقت نہیں۔ پس اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ تمام دنیا کا اتحاد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو میں اسے یہی کہوں گا کہ بظاہر ناممکن ہے ہاں اسلام نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اگر ساری دنیا میں ایک حکومت قائم نہ ہو سکے تو تمام حکومتیں مل کر ایک ایسا نظام قائم کریں جو کہ اس کے قائمقام ہو سکے۔ یورپ میں جب لیگ آف نیشنز کا تقرر ہوا تو اسے یورپ نے اپنی بہت بڑی ایجاد سمجھا لیکن وہ لیگ آف نیشنز کامیاب نہ ہو سکی

کیونکہ اس میں بعض خامیاں تھیں لیکن قرآن کریم نے جو لیگ آف نیشنز بیان کی ہے وہ ایسی مکمل اور ایسی مضبوط ہے کہ اس پر چلنے سے کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔

میں نے ۱۹۲۴ء میں جو مضمون ویمبلے کانفرنس لنڈن کیلئے تیار کیا تھا اُس میں مَیں نے اس مضمون کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ج فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا۔ (الحجرات:۱۰)

یعنی اگر مؤمنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی آپس میں صلح کرادو یعنی دوسری قوموں کو چاہئے کہ بیچ میں پڑ کر ان کو جنگ سے روکیں اور جو جنگ کا اصل باعث ہو اُس کو مٹائیں اور ہر ایک کو اس کا حق دلائیں لیکن اگر صلح ہو جانے کے بعد ان میں سے ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کر دے اور مشترکہ انجمن کا فیصلہ نہ مانے تو سب قومیں مل کر اُس سے لڑیں یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف لَوٹ آئے یعنی ظلم سے دستکش ہو جائے پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لَوٹ آئے تو ان دونوں قوموں میں پھر صلح کرادو، مگر انصاف اور عدل سے کام لو اور صلح کرتے وقت اپنے فوائد سامنے نہ رکھا کرو اللہ تعالیٰ یقیناً انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام حکومتوں کا فرض قرار دیا ہے کہ وہ لڑنے والی حکومتوں کی آپس میں صلح کروائیں اور جو حکومت بغاوت کرے سب حکومتیں مل کر اُس کا مقابلہ کریں یہاں تک کہ وہ ہتھیار رکھ دے اور صلح کے لئے تیار ہو جائے اور جب صلح کرائی جائے تو عدل و انصاف سے کام لیا جائے اور بندر بانٹ کی طرح حکومتیں خود ہی حصہ دار نہ بن بیٹھیں۔

کہتے ہیں دو بلیوں نے کسی گھر سے پنیر چرایا اور فیصلہ کیا کہ چلو بندر کے پاس چل کر اس سے تقسیم کرالیں۔ وہ پنیر لے کر بندر کے پاس گئیں بندر ترازو لے کر بیٹھ گیا اور اس نے پنیر تقسیم کرنا شروع کیا۔ جس طرف پلڑا ذرا بھاری ہوتا اُس طرف سے وہ اتنا زیادہ پنیر اُٹھا لیتا کہ دوسری طرف بھاری ہو جاتی اور وہ پنیر خود کھا لیتا، پھر دوسری طرف سے ایک کافی حصہ اُٹھا لیتا اور کھا جاتا اس طرح اُس نے اکثر حصہ پنیر کا کھا لیا اور جو تھوڑا سا باقی رہ گیا اس کے متعلق کہنے لگا کہ یہ میرے تقسیم کرنے کی اُجرت ہے۔ یہی حال یورپ والوں کا ہے جب وہ صلح کرانے لگتے ہیں تو اپنے مطالبات لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم نے تمہاری صلح کرائی ہے اس کے عوض میں ہمیں اپنے ملک کا فلاں فلاں حصہ دے دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے یہ چیز آئندہ کے لئے زیادہ بغض اور حسد پیدا کرتی ہیں۔

پس سارے جھگڑے پارٹی بازی کی وجہ سے ہیں مختلف حکومتوں کو یہ یقین ہے کہ ان کی قومیں صرف اس خیال سے کہ وہ ان کی حکومتیں ہیں ان کا ساتھ دینے کو تیار ہیں اس لئے وہ بے خوف ہو کر دوسری حکومتوں پر حملہ کر دیتی ہیں۔ اس وقت قومی تعصب اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اپنی قوم کا سوال پیدا ہوتا ہے تو سب لوگ بلا غور کرنے کے ایک آواز پر جمع ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر ہماری حکومت کی غلطی ہے تو ہم اسے سمجھا دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زیادتی کرنے والی حکومت کو زیادتی سے روکو اور ان حکومتوں کی آپس میں صلح کرادو اور کوئی نئی شرائط پیش نہ کرو اور نہ ہی تم اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کرو لیکن موجودہ جنگ کا ہی حال دیکھ لو کہ حکومتیں طاقت کے زور پر اپنے حصے مانگ رہی ہیں اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو دبانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس طریق کو اختیار کرنے سے کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا جیسی آزادی کی ضرورت روس کو ہے یا جیسی آزادی کی ضرورت برطانیہ کو ہے یا جیسی آزادی کی ضرورت امریکہ کو ہے اسی طرح آزادی کی ضرورت چھوٹی حکومتوں کو بھی ہے۔ آزادی کے لحاظ سے یونٹ سب کے لئے ایک جیسا ہے۔ یہ نہیں کہ ان بڑی حکومتوں کے دماغ تو انسانوں کے دماغ ہیں لیکن چھوٹی حکومتوں کے دماغ جانوروں کے دماغ ہیں۔ جیسے وہ انسان ہیں ویسے ہی یہ انسان ہیں اور آزادی کا جیسا احساس ان بڑی حکومتوں کو ہے ویسا ہی ان چھوٹی حکومتوں کو ہے۔ کیا ہالینڈ کا ایک آدمی ویسے ہی احساسات نہیں رکھتا جیسے احساسات برطانیہ کا آدمی رکھتا ہے۔ جب احساسات ایک جیسے ہیں تو پھر بڑی حکومت کا چھوٹی حکومت پر دباؤ ڈالنا انصاف پر مبنی نہیں ہوسکتا۔

اگر ایک شخص چار فٹ کا ہو اور دوسرا سات فٹ کا ہو اور سات فٹ کا آدمی چار فٹ والے کو کہے کہ میرا حق ہے کہ میں تمہیں گالیاں دے لوں یا تمہارے منہ پر تھپڑ مار لوں کیونکہ میں سات فٹ کا ہوں اور تم چار فٹ کے ہو تو کیا کوئی حکومت اسے جائز سمجھے گی؟ وہ کہے گی کہ جیسا دماغ سات فٹ والے کا ہے ویسا ہی دماغ چار فٹ والے کا ہے اور جو حقوق سات فٹ والے کے ہیں وہی حقوق چار فٹ والے کے ہیں لیکن جب آزادی اور حریت کا سوال آتا ہے تو چھوٹے ملکوں اور بڑے ملکوں میں امتیاز کیا جاتا ہے اور چھوٹے ملکوں کے لئے حریت ضروری نہیں خیال کی جاتی حالانکہ آزادی کی ضرورت جیسے بڑی حکومتوں کو ہے ویسی ہی ضرورت چھوٹی حکومتوں کو ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ صلح کرتے وقت کسی کی آزادی کو سلب نہ کرو اور صلح کرانے کی وجہ سے کوئی مطالبہ پیش نہ کرو کیونکہ تمہارا لڑائی میں شامل ہوتا امن کو بحال کرنے کے لئے تھا اس لئے تم کسی حکومت سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتے۔ فرض کرو ہالینڈ کو بچانے کے لئے امریکہ اور انگلستان کوشش کریں تو کیا اس سے امریکہ اور انگلستان کا اپنا بھلا نہ ہوگا کیونکہ اگر فساد ہوگا تو انگلستان اور امریکہ بھی اس کی لپیٹ سے بچ نہیں سکیں گے اور جب بھی لڑائی چھڑے گی تو زیادہ نقصان ان ہی دو حکومتوں کو ہوگا جن کی آبادی زیادہ ہوگی، جن کے مقبوضات زیادہ ہوں گے پس وہ اس لحاظ سے دوسروں سے زیادہ امن کی محتاج ہیں۔ اگر فساد ہوا اور لڑائی ہوئی تو ہالینڈ کی نسبت امریکہ کا زیادہ نقصان ہونے کا خدشہ ہے کیونکہ امریکہ کی آبادی چودہ کروڑ کی ہے اور ہالینڈ کی آبادی کل اسّی لاکھ کی ہے اور اسّی لاکھ کی نسبت چودہ کروڑ کی حفاظت اور امن زیادہ ضروری ہوتا ہے اور اگر نقصان ہو تو چودہ کروڑ کا حصہ اسّی لاکھ کی نسبت بہر حال زیادہ ہوگا۔ پس جس طرح چار کروڑ کی آبادی رکھنے والے فرانس کو امن کی ضرورت ہے، جس طرح ۴۵ لاکھ کی آبادی رکھنے والے بیلجیئم کو امن کی ضرورت ہے اسی طرح ان بڑی حکومتوں کو بھی امن کی ضرورت ہے پس اسلام کہتا ہے کہ ان چار چیزوں کے بغیر امن نہیں ہوسکتا۔

اوّل۔ لیگ کے پاس فوجی طاقت ہو۔

دوم۔ عدل و انصاف کے ساتھ آپس میں صلح کرائی جائے۔

سوم۔ جو نہ مانے اس کے خلاف سارے مل کر لڑائی کریں۔

چہارم۔ اور جب صلح ہو جائے تو صلح کرانے والے ذاتی فائدہ نہ اُٹھائیں۔

یہ چار اصول لیگ آف نیشنز کے قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں جب تک ان پر عمل نہیں ہوگا حقیقی امن پیدا نہیں ہوسکتا۔

پہلی لیگ آف نیشنز بھی ناکام رہی اور اب دوسری لیگ آف نیشنز بھی ناکام رہے گی۔ پس ضروری ہے کہ دنیا اسلام کے اصولوں کو اپنائے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے کیونکہ جب تک یہ پارٹی سسٹم جاری ہے اور جب تک یہ امتیاز باقی ہے کہ یہ چھوٹی قوم ہے اور وہ بڑی قوم ہے اور یہ کمزور حکومت ہے اور وہ طاقتور حکومت ہے اُس وقت تک دنیا کے امن کے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتے۔ پس ضروری ہے کہ اس امتیاز کو دلوں سے مٹایا جائے جب تک یہ چیز باقی رہے گی کہ یہ بڑی جان ہے اور یہ چھوٹی جان ہے اُس وقت تک

اصلاحی کمیٹیاں متوجہ ہوں

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے تمام جماعتوں میں اصلاحی کمیٹیاں قائم ہیں جن جماعتوں میں اب تک اصلاحی کمیٹیاں قائم نہیں ہوئیں ہیں زونل امراء کرام ان کے قیام کی طرف توجہ فرمائیں۔

اسی طرح اصلاحی کمیٹیوں کے صدر صاحبان باقاعدگی سے اصلاحی کمیٹی کا اجلاس بلایا کریں اور ایک تو قومی طور پر جماعتوں میں تنازعات وغیرہ کو ختم کرنے کی کوشش کیا کریں دوسرے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ ارشاد کی روشنی میں اپنی اپنی جماعتوں میں ☆۔ نماز باجماعت۔ ☆۔ ایم ٹی اے پر لائیو خطبہ جمعہ حضور انور۔ ☆ اور مساجد میں درس و تدریس کے انتظامات کی خصوصی نگرانی کریں۔ جزاکم اللہ۔

(ناظر اصلاح وارشاد قادیان)

دنیا امن و چین کا سانس نہیں لے سکتی۔.....

پس لیگ آف نیشنز تبھی کامیاب ہو سکتی ہے جب وہ اسلام کے اصولوں کے مطابق بنائی جائے اور اسلام کے حکموں کے مطابق کام کرے۔ لیگ آف نیشنز کے بعد اگر دنیا امن حاصل کرنا چاہے تو اسے مندرجہ ذیل چار چیزوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اگر یہ چیزیں اکٹھی کر دی جائیں تو وہ دنیا میں ایک حکومت کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔

(۱) سکہ اور ایکسچینج

(۲) تجارتی تعلقات

(۳) بین الاقوامی قضاء

(۴) ذرائع آمد و رفت یعنی ہر انسان کو سفر کی سہولتیں میسر ہونی چاہئیں تا کہ وہ آزادی سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکے۔

یہ چیزیں لیگ آف نیشنز سے بھی زیادہ ضروری ہیں کیونکہ لیگ آف نیشنز کی تو کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے لیکن سفر اور تجارتی تعلقات وغیرہ روزانہ کی چیزیں ہیں۔ اس وقت بعض ایسے ممالک بھی ہیں جنہوں نے یہ قانون بنایا ہوا ہے کہ کوئی غیر ملکی شخص ہمارے ملک میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً روس اور بعض دوسرے ممالک نے یہ پابندی لگائی ہوئی ہے کہ کوئی غیر ملکی آدمی ہمارے ملک میں نہیں آ سکتا۔ ہم نے اپنے مبلغ کو وہاں بھیجنے کے لئے پاسپورٹ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن پاسپورٹ نہ دیا گیا۔ پس جب تک خیالات کا تبادلہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی اُس وقت تک اتحاد نہیں ہو سکتا کیونکہ حکومتوں کے اتحاد کیلئے افراد کا اتحاد ضروری ہے اور افراد کا اتحاد ہو نہیں سکتا جب تک وہ تبادلۂ خیالات نہ کریں اس لئے تبادلۂ خیالات حکومتوں کے اتحاد کے لئے پہلا قدم ہے۔ پس ان چار چیزوں کو اگر جمع کر دیا جائے تو امن قائم ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد اندرونِ ملک کے جھگڑوں کو دور کرنے کے لئے اسلام نے جو قواعد مقرر کئے ہیں اب میں وہ بیان کرتا ہوں چونکہ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے میں تفصیلات میں نہیں جا سکتا صرف موٹے موٹے عنوانات پر ہی اکتفا کروں گا۔

پہلی چیز یہ ہے کہ نسلوں کا امتیاز مٹا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات ۱۴)

یعنی اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ یہ چیز تمہارے لئے آپس میں تعارف کا ذریعہ بنے مگر یہ بات یاد رکھو کہ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے یہ قومیں اور قبیلے اور خاندان تو تعارف اور پہچان کے لئے ہیں۔ جس طرح پہچان کے لئے نام رکھے جاتے ہیں مگر کیا ناموں کی وجہ سے تم یہ کبھی سمجھتے ہو کہ چونکہ اس کا نام عبداللہ ہے اس لئے یہ چھوٹا ہے اور اس کا نام رحمٰن ہے اس لئے وہ بڑا ہے بلکہ یہ نام تو پہچاننے کے لئے ہیں لیکن بعض لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے معزز سمجھنا شروع کر دیتے ہیں جیسے مسلمانوں میں سید اور ہندوؤں میں برہمن عام طور پر اپنے آپ کو افضل سمجھتے ہیں۔ پس یہ قوموں اور قبائل کی تقسیم اپنے اندر کوئی بزرگی نہیں رکھتی بلکہ یہ تو تعارف کے لئے ہے۔ اگر سارے ہی عبدالرحمٰن نام کے ہوتے، اگر سارے ہی عبداللہ نام کے ہوتے یا سارے ہی چونی لال یا رام لال نام رکھتے تو پھر پہچان مشکل ہو جاتی اس لئے یہ نام اور قبائل اور وطن وغیرہ ہمارے لئے تعارف میں آسانی پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں ورنہ اسلام کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض قبیلہ یا خاندان یا وطن کی وجہ سے برتری نہیں دیتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ عربی شخص کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل ہے سب ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۱۱ المکتب الاسلامی بیروت)

دوسری بات یہ ہے کہ دوستی یا عدمِ دوستی کے امتیاز کو اڑا دیا جائے۔ دنیا میں یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور جن لوگوں سے انہیں کوئی اختلاف ہو ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں یہ طریق امن کو برباد کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ: ۳)

کہ ہم تمہیں دوستی سے منع نہیں کرتے تم دوستوں کی مدد بے شک کرو مگر وہ نیکی اور تقویٰ کی حدود کے اندر ہو جو حق اُسے پہنچتا ہے وہی اُسے پہنچاؤ یہ نہیں کہ چونکہ دوست ہے اس لئے گناہ اور سرکشی کی حالت میں بھی اس کی مدد کرتے جاؤ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا کہ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا کہ تو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! مظلوم کی مدد تو ہماری سمجھ میں آتی ہے لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ نے فرمایا اس کو ظلم کرنے سے روکو! یہی اس کی مدد ہے۔

(بخاری کتاب الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ)

گویا اپنے بھائی کی مدد کرنا ہر حالت میں تمہارا فرض ہے اگر وہ مظلوم ہے تو ظالم کے ہاتھوں کو روکو اور اگر وہ خود ظالم ہے تو اُسے ظلم کرنے سے روکو۔ پس جائز تعاون کے متعلق اسلام حکم دیتا ہے لیکن ناجائز تعاون سے بہت سختی سے روکتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ خوشی کے نشہ میں ہر ناجائز بات نہ مانتے جاؤ۔

تیسری بات یہ ہے کہ مالداروں اور غیر مالداروں کے امتیاز کو مٹانے کی کوشش کی جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لا كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ. (الحشر: ۸)

یعنی بستیوں کے لوگوں کا جو مال اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو عطا فرماتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول اور قرابت داروں کا ہے اسی طرح یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کا ہے اور ہم نے یہ قانون اس لئے بنایا ہے کہ یہ دولت تم میں سے امراء کے اندر ہی چکر نہ کاٹتی رہے بلکہ غرباء کی ضرورت کا بھی خیال رکھا جائے۔ ہاں اسلام یہ نہیں کہتا کہ مالداروں سے پورے طور پر دولت چھین لی جائے اور ہر رنگ میں مساوات قائم کر دی جائے بلکہ وہ انفرادی آزادی کا حق بھی قائم رکھتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ نظامِ حکومت کو توجہ دلاتا ہے کہ اپنے مالوں کو اس رنگ میں خرچ کرو کہ اس کے ذریعہ غرباء کو ترقی حاصل ہو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ قومی جنبہ داری کی روح کو دور کیا جائے۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں جو صرف اتنی بات دیکھتے ہیں کہ چونکہ ہماری قوم فلاں بات کہتی ہے اس لئے اس کی بات درست ہے اور اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی قوم کی ہر بات کی تائید کریں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ قوم حق پر ہے یا ناحق پر۔ اور چونکہ قوم کو یہ توقع ہوتی ہے کہ افراد قوم ہر حالت میں ہمارا ساتھ دیں گے اس لئے وہ جائز و ناجائز ہر قسم کے کام کو اپنے لئے مباح سمجھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (المجادلہ: ۱۰)

یعنی اے مؤمنو! تم اہم امور میں مشورہ کرو تو ہمیشہ اس اصل کو اپنے سامنے رکھو کہ ہم گناہ اور زیادتی اور اپنے رسول کی نافرمانی کسی صورت میں نہیں کریں گے اور ایسے معاملات میں اپنی قوم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ پس اسلام اس قسم کے جتھے کو ناجائز قرار دیتا ہے جس کے اندر گناہ اور زیادتی اور معصیۃ الرسول سے بچنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ہاں اسلام یہ کہتا ہے وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کہ ایسی کمیٹیاں بناؤ جو نیکی اور تقویٰ پر مبنی ہوں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کرو اور اس کی حدود توڑنے سے پرہیز کرو کیونکہ تمہاری یہ پارٹیاں اس دنیا میں ہی رہ جائیں گی تم عارضی طور پر اس دارالامتحان میں آئے ہو مگر تمہاری نجات اگلی دنیا سے وابستہ ہے۔ پس ایسے اعمال نہ کرو کہ تمہاری آئندہ زندگی خراب ہو جائے۔ یہ چار اصول ہیں جو اسلام نے بیان کئے ہیں اگر دنیا ان پر عمل کرے تو موجودہ بے چینی اور بدامنی سے نجات پا سکتی ہے۔

(الفضل ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۰ / اپریل ۱۹۶۱ء) (انوار العلوم جلد 18 صفحہ 415 تا 437 ایڈیشن جون 2008)

☆☆☆

(بقیہ: اداریہ از صفحہ 1)

چنانچہ اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر حضور بہلی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے راستے 22 جنوری 1886ء کو ہوشیار پور تشریف لے گئے اور 17 مارچ 1886 کو واپس قادیان تشریف لائے۔ اس طرح آپ نے سفر ہوشیار پور 55 دن کیا۔ اس چلہ کشی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تضرعات کو سنا اور بہت سے عظیم الشان خوشخبریاں عطا فرمائیں۔ ان میں سے ایک خوشخبری پیشگوئی پسر موعود یعنی مصلح موعودؓ کے بارے میں تھی۔ آپ نے ہوشیار پور ہی سے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار میں اس پیشگوئی کا اعلان فرمایا۔ یہ اشتہار جماعت احمدیہ کی تاریخ میں سبز اشتہار کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ اس سفر کی رُوداد کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:-

''حضرت صاحب نے ۱۸۸۴ء میں ارادہ فرمایا تھا کہ قادیان سے باہر جا کر کہیں چلّہ کشی فرمائیں۔ اور ہندوستان کی سیر بھی کریں گے، چنانچہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ سوجان پور ضلع گورداسپور میں جا کر خلوت میں رہیں اور اس کے متعلق حضور نے ایک اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا پوسٹ کارڈ بھی مجھے روانہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی اس سفر اور ہندوستان کے سفر میں حضور ساتھ رکھیں۔ حضور نے منظور فرمالیا۔ مگر پھر حضور کو سفر سوجان پور کے متعلق الہام ہوا کہ تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔ چنانچہ آپ نے سوجان پور جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور ہوشیار پور جانے کا ارادہ کرلیا۔ جب آپ ماہ جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور جانے لگے تو مجھے خط لکھ کر حضور نے قادیان بلالیا۔ اور شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو خط لکھا کہ میں دو ماہ کے واسطے ہوشیار پور آنا چاہتا ہوں، کسی ایسے مکان کا انتظام کر دیں جو شہر کے ایک کنارہ پر ہو۔ اور اس میں بالا خانہ بھی ہو۔ شیخ مہر علی نے اپنا ایک مکان جو طویلہ کے نام سے مشہور تھا خالی کروا دیا۔ حضور بہلی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے راستے تشریف لے گئے۔ میں اور شیخ حامد علی اور فتح خاں ساتھ تھے۔

فتح خاں رسولپور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور کا رہنے والا تھا..... حضور جب دریا پر پہنچے تو چونکہ کشتی تک پہنچنے کے رستہ میں کچھ پانی تھا اس لئے ملّاح نے حضور کو اٹھا کر کشتی میں بٹھایا جس پر حضور نے اُسے ایک روپیہ انعام دیا۔ دریا میں جب کشتی چل رہی تھی حضور نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میاں عبداللہ ''کامل'' کی صحبت اس سفر دریا کے طرح ہے۔ جس میں پار ہونے کی بھی امید ہے اور غرق ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ میں نے حضور کی یہ بات سرسری طور پر سنی مگر جب فتح خاں مرتد ہوا تو مجھے یہ بات یاد آئی۔ خیر ہم راستہ میں فتح خاں کے گاؤں میں قیام کرتے دوسرے دن ہوشیار پور پہنچے۔ وہاں جاتے ہی حضرت صاحب نے طویلہ کے بالا خانہ میں قیام فرمایا اور اس غرض سے کہ ہمارا آپس میں کوئی جھگڑا نہ ہو ہم تینوں کے الگ الگ کام مقرر فرما دیئے۔ چنانچہ میرے سپرد کھانا پکانے کا کام ہوا۔ فتح خاں کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ بازار سے سودا وغیرہ لایا کرے۔ شیخ حامد علی کا یہ کام مقرر ہوا کہ گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والے کی مہمان نوازی کرے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے بذریعہ دستی اشتہارات اعلان کر دیا کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت کے لئے بلائیں۔ ان چالیس دن کے گزرنے کے بعد میں یہاں بیس دن اور ٹھہروں گا۔ ان بیس دنوں میں ملنے والے ملیں دعت کا ارادہ رکھنے والے دعوت کر سکتے ہیں۔ اور سوال و جواب کرنے والے سوال و جواب کرلیں۔ اور حضرت صاحب نے ہم کو بھی حکم دے دیا کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے اور گھر میں بھی کوئی شخص مجھے نہ بلائے۔ میں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے جس حد تک کہ ضروری ہے۔ اور نہ اُوپر بالا خانہ میں کوئی میرے پاس آوے۔ میرا کھانا اوپر پہنچا دیا جاوے مگر اس کا انتظار نہ کیا جاوے کہ میں کھانا کھالوں۔ خالی برتن پھر دوسرے وقت لے جایا کریں۔ نماز میں اوپر الگ پڑھا کروں گا، تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ جمعہ کے لئے حضرت صاحب نے فرمایا کوئی ویران سی مسجد تلاش کرو جو شہر کے ایک طرف ہو۔ جہاں ہم علیحدگی میں نماز ادا کر سکیں۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک باغ تھا اس میں ایک چھوٹی سی ویران مسجد تھی۔ وہاں جمعہ کے دن حضور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ہم کو جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ بھی خود پڑھتے تھے..... میں کھانا چھوڑنے اوپر جایا کرتا تھا اور حضور سے کوئی بات نہیں کرتا تھا مگر کبھی حضور مجھ سے کوئی بات کرتے تھے تو جواب دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ میاں عبداللہ ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے اگر ان کو لکھا جاوے تو کئی ورق ہو جاویں''۔ (سیرۃ المھدی حصہ اوّل صفحہ ۶۹)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ پیشگوئی مصلح موعودؓ کے مطابق موعود فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ولادت 12 جنوری 1889ء کو قادیان میں ہوئی۔ روز پیدائش سے ہی آپ کے بابرکت وجود میں وہ علامتیں ظاہر ہونے لگیں جن کا ذکر پیشگوئی میں تھا۔ آپ کی ساری زندگی پیشگوئی مصلح موعودؓ کی عملی تصویر تھی اور اسلام اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کا ایک زندہ نشان تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ کے عظیم الشان کارناموں میں سے چند کا ذکر اس غرض سے اس خصوصی شمارہ میں کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان نشان کے پورا ہونے پر جہاں ہم لوگ سجدہ شکر بجا لائیں وہاں اپنی نئی نسلوں کو اس الٰہی نشان سے متعارف کروانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اپنے دائرہ میں مصلح بن کر اسلام و احمدیت کی حقیقی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(شیخ مجاہد احمد شاستری)

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد — بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ''ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد — بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد''
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری اولاد سب تیری عطا ہے — ہر ایک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیدہ ہے — یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیے تو نے مجھے یہ مہر و مہتاب — یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دِکھایا تو نے وہ اے ربّ ارباب — کہ کم دکھا سکتا کوئی خواب
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اُس مہ سے اندھیرا — دِکھاؤں گا کہ اِک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری ہر بات کو تو نے چِلا دی — مری ہر روک بھی تو نے اُٹھادی
مری ہر پیش گوئی خود بنادی — تری نسلاً بعیداً بھی دِکھا دی
جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

کروں کیونکر ادا میں شکرِ باری — فِدا ہو اُس کی رہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے منت اس کی بھاری — چلی اُس ہاتھ سے کشتی ہماری
مری بگڑی ہوئی اُس نے بنادی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

تُجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے — کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے اِحساں مرے سر پر ہیں بھارے — چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تو نے سب دُشمن اُتارے — ہمارے کر دیے اُونچے منارے
مقابل پر مرے یہ لوگ ہارے — کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُن کے شرارے — نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے
اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی — **فسبحان الذی اخزی الاعادی**

(بحوالہ درثمین اُردو صفحہ 57-60)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی مختصر سیرت وسوانح اور آپ کے عظیم الشان کارناموں پر ایک سرسری نظر

مرتبہ: منصور احمد
استاذ جامعہ احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت دُعا اور آپ کی صداقت کا عظیم الشان نشان تھے۔ آپکے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں قبولیت دُعا کے نشانات پورے ہوئے۔ ہمارے آقا و مولیٰ سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو بھی آپؓ پورا کرنے والے بنے جس میں کہ آپ نے فرمایا تھا: يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُلَه (مشکوٰۃ مجتبائی، صفحہ ۴۸۰، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

یہی نہیں بلکہ اس عظیم موعود مصلح کی پیشگوئیاں صحف سابقہ میں بھی ملتی ہیں اور آپؓ قدیم روحانی صحیفوں کی پیشگوئیوں کو بھی پورا کرنے والے بنے چنانچہ یہود کی شریعت کی بنیادی کتاب طالمود میں لکھا ہے مسیح کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی (طالمود، مرتبہ جوزف برکلے، باب پنجم، مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ء) اسی طرح صحیفہ دساتیر میں زرتشت علیہ السلام کی پیشگوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب امت میں بگاڑ پیدا ہوجائے گا تو ایسے میں اللہ تعالیٰ ایک مصلح نبی کو پیدا کرے گا پھر اس کے بعد خلافت کا سلسلہ چلے گا۔ (سفرنگ دساتیر، صفحہ ۱۹۰، ملفوظات حضرت زرتشت علیہ السلام، مطبوعہ ۱۲۸۰ھ، مطبع سراجی دہلی)

بزرگان امت کی پیشگوئیاں بھی آپ کے وجود میں پوری ہوئیں چنانچہ امت مسلمہ کے مشہور صاحب کشف والہام بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی صاحب نے اپنے ایک منظوم کلام میں پیشگوئی فرمائی کہ:

دَوْرِ اُو چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

جب اس کا یعنی مسیح موعود کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اُس کے نمونہ پر اس کا بیٹا یادگار رہ جائے گا۔ غرضیکہ آپؓ عظیم الشان پیشگوئیوں کا مہبط و مورد تھے فالحمد للہ علیٰ ذالک

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ۵۲ سال تک مسند خلافت پر متمکن رہے اس پورے عرصہ میں آپ کا ہر لمحہ خدمت اسلام اور خدمت بنی نوع انسان کے لئے صرف ہوا اس عرصہ میں آپ نے اسلام احمدیت کی وہ عظیم الشان خدمت کی اور ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ جو صرف اور صرف ایک نبی کا خاصہ ہوتا ہے۔ گرچیکہ اللہ جل شانہ نے آپ کو نبی کے نام سے موسوم نہیں کیا لیکن کام اُس نے آپؓ سے نبیوں والا ہی لیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد نبی آسکتا تو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نبی ہو کر آتے۔ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو نبی کی مانند قرار دیا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا

بلکہ اللہ جل شانہ نے تو آپؓ کی آمد کو اپنی آمد قرار دیتے ہوئے فرمایا:

مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

قارئین یہ مقام ذرا رُک کر غور کرنے کے قابل ہے کہ وہ انسان جس کی آمد کو اللہ تعالیٰ اپنی آمد قرار دیتا ہے وہ کس شان اور مرتبہ اور مقام کا انسان ہوگا۔ غرضیکہ آپ کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہیں تھی، آپؓ کا وجود کوئی معمولی وجود نہیں تھا بلکہ:

”آپ اُن ممتاز اَبنائے آدم میں سے تھے جو صدیوں ہی میں نہیں بلکہ ہزاروں سال میں کبھی ایک بار اُفقِ انسانیت پر طلوع ہوتے ہیں اور جن کی روشنی صرف ایک نسل کو نہیں بلکہ بیسیوں انسانی نسلوں کو اپنی ضیاء پاشی سے منور کرتی رہتی ہے۔“

پیدائش

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء بمطابق ۹ر جمادی الاوّل ۱۳۰۶ ہجری کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات قادیان میں ہوئی اور تفاؤل کے طور پر اس قوی امید کے ساتھ کہ یہ وہی بچہ ثابت ہوگا جس کا وعدہ دیا گیا تھا اس کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا جُوں جُوں مستقبل نے اپنے ورق الٹے یہ امر گمان سے یقین میں بدلتا چلا گیا کہ یہ وہی موعود بچہ ہے جس کے وجود کے ساتھ رُوئے زمین پر بسنے والی تمام قوموں کی تقدیر وابستہ ہونے والی ہے اور جس نے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرتے ہوئے زمین کے کناروں تک شہرت پائی ہے۔

تعلیم

زمانہ کے دستور کے مطابق آپؓ کی تعلیم کا آغاز گھر پر ہی حروف کی سوجھ بوجھ پیدا کرنے اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے ذریعہ ہوا جب آپ نے قرآن کریم ناظرہ ختم کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شاندار تقریب منعقد کی اور دوستوں اور تعلقداروں کو کھانے کی دعوت دی اور حافظ احمد اللہ صاحب ناگپوریؓ کو جو آپؓ کے استاد تھے بطور شکرانہ ڈیڑھ صد روپے کی رقم عطا فرمائی جو اس وقت کے لحاظ سے ایک بہت بڑی رقم تھی اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے پناہ عشق قرآن کا پتہ چلتا ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ کس رنگ میں آپؓ نے یہ تعلیم حاصل کی آیئے آپ کے الفاظ میں ہی پڑھتے ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”مَیں نے آپ سے طب بھی پڑھی اور قرآن کریم کی تفسیر بھی۔ قرآن کریم کی تفسیر آپ نے دو مہینے میں ختم کرادی۔ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور کبھی نصف پارہ اور کبھی پورا پارہ ترجمہ سے پڑھ کر سنا دیتے کسی کسی آیت کی تفسیر بھی کردیتے۔ اسی طرح بخاری آپ نے دو تین مہینے میں مجھے ختم کرادی۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں آپ نے سارے قرآن کا درس دیا تو اس میں بھی مَیں شریک ہوگیا۔ چند عربی کے رسالے بھی مجھے آپ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ غرض یہ میری علمیت تھی۔“

تربیت و نصیحت قبول کرنے کی اہلیت

بچپن سے ہی آپ میں یہ صلاحیت نمایاں تھی کہ نیک نصائح آپ فوری قبول کرتے اور نہ صرف یہ کہ قبول کرتے بلکہ ناصح کے شکر گزار بھی ہوتے اور نہ صرف شکر گزار ہوتے بلکہ دل سے اُن کے لئے دُعا بھی کرتے۔ چنانچہ صرف دو چھوٹے چھوٹے واقعات پیش ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

”ایک دفعہ ایک کتا ہمارے دروازے پر آیا۔ میں وہاں کھڑا تھا۔ اندر کمرے میں صرف حضرت صاحبؑ تھے۔ میں نے اس کتے کو اشارہ کیا اور کہا ٹیپو! ٹیپو!! ٹیپو!! حضرت صاحب بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم اُن کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار! آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ میری عمر شاید آٹھ نو سال کی تھی وہ پہلا دن تھا جب سے میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہوگئی۔“

ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:-

”میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا کہ ماسٹر قادر بخش صاحب نے جو مولوی عبد الرحیم صاحب دردؓ کے والد تھے، اس سے منع کیا اور کہا کہ یہ بُری بات ہے۔ اُس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہوگی لیکن وہ نقشہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے اُن کے لئے دل سے دُعا نکلتی ہے۔“

بچپن سے ہی دُعاؤں سے پختہ تعلق اور صاحب کشوف ورؤیا ہونے کا شرف

بچپن سے ہی دعاؤں سے آپ کو پکّا لگاؤ تھا اور اللہ کی محبت میں مکمل گرفتار ہو چکے تھے۔ بچپن سے ہی آپ اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتے اور اسلام کے فتح کے دن دیکھنے کی اس سے بھیک مانگتے۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ پر اسی قدر فضل کے ساتھ متوجہ ہوا اور بچپن میں ہی اُس

نے آپؓ کو صاحبِ رؤیا اور کشف و الہام بنا دیا۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر چند ایک مثالیں پیش کرتا ہوں لیکن اس سے قبل دعاؤں سے آپ کو کیا نسبت تھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:-

’’آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُر درد اور مقبول دعاؤں کا ثمرہ تھے۔ آپ کا وجود قبولیت دُعا کا ایک زندہ اور مجسم نشان تھا۔ دعاؤں کے ساتھ آپ کو ایک عجیب نسبت تھی۔ دعاؤں نے ہی آپ کو خلعتِ وجود بخشا۔ دعائیں ہی آپ کا سرمایہ حیات رہیں۔ دعاؤں کی لوریاں سنتے ہوئے آپ کا بچپن گزرا۔ گنگناتی ہوئی دعائیں آپ کو تھپک تھپک کر سلایا کرتی تھیں اور دعاؤں کی نرم و ملائم آواز ہی آپ کو خوابِ راحت سے بیدار کرتی تھی۔ آپ کی تعلیم دعاؤں کے ساتھ ہوئی۔ آپ بیمار ہوئے تو دعاؤں نے آپ کو توانائی بخشی۔ زندگی کے ہر گذرے ہوئے دَور نے دعاؤں کے ساتھ آپ کو الوداع کہی۔ زندگی کے ہر آنے والے دَور نے دعاؤں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ ہر دروازہ جو آپ پر کھلا دعاؤں کے ساتھ کھلا اور ہر باب جو آپ پر بند ہوا دعاؤں کے ساتھ بند ہوا۔‘‘

اب میں آپ کے تعلق باللہ اور بچپن سے ہی صاحبِ کشف و الہام ہونے کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ جو آپ کے بچپن کے اساتذہ میں سے تھے لکھتے ہیں:-

’’ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے قریب ہوگی آپ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔ بچپن سے ہی آپ کو فطرۃً اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ خاص تعلقِ محبت تھا۔‘‘

حضرت سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مجھ سے پڑھا کرتے تھے تو ایک دن میں نے کہا کہ میاں! آپ کے والد صاحب کو تو کثرت سے الہام ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی الہام ہوتا اور خوابیں وغیرہ آتی ہیں؟ تو میاں صاحب نے فرمایا کہ: مولوی صاحب خوابیں تو بہت آتی ہیں اور میں ایک خواب تو تقریباً روز ہی دیکھتا ہوں اور جونہی میں تکیہ پر سَر رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح کو اٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جا کر حریف کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے کوئی چیز نہیں پائی تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اور اس کے ذریعہ پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں۔ میں نے جس وقت یہ خواب آپ سے سنا اسی وقت سے میرے دل میں یہ بات گڑی ہوئی ہے کہ یہ شخص کسی وقت یقیناً جماعت کی قیادت کرے گا اور میں نے اسی وجہ سے کلاس میں بیٹھ کر آپ کو پڑھانا چھوڑ دیا۔ آپ کو اپنی کرسی پر بٹھاتا اور خود آپ کی جگہ بیٹھ کر آپ کو پڑھاتا اور میں نے خواب سن کر آپ سے یہ بھی عرض کر دیا تھا کہ میاں! آپ بڑے ہو کر مجھے بھلا نہ دیں اور مجھ پر بھی نظرِ شفقت رکھیں۔‘‘

آپ کو بچپن کے زمانہ میں جب کہ آپ مدرسہ تعلیم الاسلام میں پڑھتے تھے یہ آیت الہام ہوئی:

’’جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ‘‘

اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بتا دیا تھا کہ یہ الہام مجھے ہوا ہے۔

نو عمری ہی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا شرف بھی آپ کو نصیب ہوا۔ چنانچہ مسجد احمدیہ لنڈن کی تعمیر کے لئے چندہ کی تحریک کرتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ کے دَوران اس رؤیت الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

مجھے آج تک تین اہم معاملات میں خدا تعالیٰ کی رؤیت ہوئی ہے۔ پہلے پہل اس وقت کہ ابھی میرا بچپن کا زمانہ تھا اس وقت میری توجہ کو دین کے سیکھنے اور دین کی خدمت کی طرف پھیرا گیا اس وقت مجھے خدا نظر آیا اور مجھے تمام نظارہ حشر و نشر کا دکھایا گیا۔ یہ میری زندگی میں بہت بڑا انقلاب تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہ احساس تھا کہ اس بچے کے ساتھ خدا تعالیٰ کا خاص تعلق اس کم عمری کے زمانہ ہی میں شروع ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپؓ بیان فرماتے ہیں:-

’’جن دنوں کلارک کا مقدمہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اَوروں کو دُعا کے لئے کہا تو مجھے بھی کہا کہ دُعا اور استخارہ کرو۔ میں نے اس وقت رؤیا میں دیکھا کہ ہمارے گھر کے اردگرد پہرے لگے ہوئے ہیں۔ میں اندر گیا جہاں سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تہ خانہ ہوتا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؑ کو وہاں کھڑا کر کے آگے اُپلے چن دیئے گئے ہیں اور اُن پر مٹی کا تیل ڈال کر کوشش کی جارہی ہے کہ آگ لگا دیں۔ مگر جب دیا سلائی سے آگ لگاتے ہیں تو آگ نہیں لگتی وہ بار بار آگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر کامیاب نہیں ہوتے میں اس سے بہت گھبرایا لیکن جب میں نے اس دروازے کی چوکھٹ کی طرف دیکھا تو وہاں لکھا تھا کہ:

جو خدا کے بندے ہوتے ہیں اُن کو کوئی آگ نہیں جلا سکتی۔‘‘

آپ کی اولو العزمی کی ایک زندہ مثال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر آپ نے ایک عظیم الشان اور تاریخ ساز عہد کیا آپ کا یہ عہد آپ کے بے پناہ عزم و ہمت کی دلیل تھا۔ اور آپ کا یہ عہد اسلام احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہاء محبت کی بھی دلیل تھا۔ اور آپ نے بظاہر جو ایک ناممکن اور دُور از قیاس عہد کیا تھا آپ کی بعد کی زندگی نے یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ نے اس عہد کو خوب نبھایا۔ آپ نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے پیغام کو اکناف عالم میں پہنچا دیا اور اللہ جل شانہ کی یہ پیشگوئی آپ کے حق میں پوری ہوئی کہ ’’زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔‘‘ وہ عہد کیا تھا آپ کے ہی الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

’’آپؑ کی وفات کے معًا بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہوگا انسان انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا موجود تھا یہ تو اب فوت ہو گیا، اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ جب.....اس طرح بعض اَور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے سُنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہوگا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس سال کا تھا مگر میں نے اُسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ - اَے خدا! میں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تُجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تُو نے نازل فرمایا ہے، مَیں اس کو دُنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔‘‘

اس عہد کی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

’’انسانی زندگی میں کئی گھڑیاں آتی ہیں۔ سستی کی بھی چستی کی بھی۔ علم کی بھی جہالت کی بھی۔ اطاعت کی بھی غفلت کی بھی۔ مگر آج تک میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ میری گھڑی ایسی چستی کی گھڑی تھی ایسی علم کی گھڑی تھی ایسی عرفان کی گھڑی تھی کہ میرے جسم کا ہر ذرّہ اس عہد میں شریک تھا اور اس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور اس ارادہ کے مقابلہ میں کئی حقیقت نہیں رکھتی۔ شاید اگر دنیا میری باتوں کو سنتی تو وہ ان کو پاگل کی بڑ قرار دیتی بلکہ شاید کیا یقیناً وہ اُسے جنون اور پاگلپن سمجھتی مگر میں اپنے نفس میں اس عہد کو سب سے بڑی ذمہ داری اور سب سے بڑا فرض سمجھتا تھا اور اس عہد کے کرتے وقت میرا دل یہ یقین رکھتا تھا کہ میں اس عہد کے کرنے میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کوئی وعدہ نہیں کر رہا تھا بلکہ خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں مجھے دی ہیں انہیں کے مطابق اور مناسب حال یہ وعدہ ہے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

’’اولو االعزمی کے اس پیکر کو وہ مشاہیر بھی خراجِ تحسین پیش کئے بغیر نہ رہ سکے جو دوستوں کے زمرہ میں شامل نہ تھے۔ چنانچہ خواجہ حسن نظامی شدید مخالفانہ حالات میں آپ کے ثباتِ قدم سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں: ’’مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان سے کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا ہے۔‘‘

(’’قلمی چہرے‘‘ مصنفہ خواجہ حسن نظامی)

خلافت سے قبل آپؓ کے بعض گرانقدر علمی کارنامے

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پر بچپن سے ہی قانون قدرت اور اصول شریعت

خوب اچھی طرح آشکارا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ خود مقرر و مبلغ بن جانے سے کچھ نہیں ہوگا جب تک کہ بحیثیت مجموعی پوری قوم مبلغ و مقرر نہ بنے۔ خود بیدار رہنے سے کچھ نہیں بنے گا جب تک کہ پوری قوم بیدار نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے چھوٹے پن سے یہ بیڑا اپنے سر اٹھایا لیا اور پھر ایسا اُٹھایا کہ تادمِ زیست پوری قوم کو بیدار کرتے رہے اور ایک ایسی نیک اور متقی جماعت پیچھے چھوڑی کہ اب انشاء اللہ صدیوں تک سُستی اور غفلت کا سایہ اس پر نہیں پڑسکتا

رسالہ تشحیذ الاذھان: ابھی جبکہ آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اٹھارہ سال کی عمر کیا ہوتی ہے، آپ نے ۱۹۰۶ء میں ایک انجمن کی بناء ڈالی جسے ''انجمن تشحیذ الاذہان'' کا نام دیا۔ اس انجمن کے تحت ماہنامہ ''تشحیذ الاذہان'' نکالا گیا جو احمدی نوجوانوں کے لئے علمی مضامین لکھنے کا ایک بہت بڑا محرک ثابت ہوا۔ اس رسالہ کی صورت میں گویا آپ نے چھوٹا سا ایک ایسا کارخانہ قائم کر دیا جس میں اعلیٰ پایہ کے لکھنے والے تیار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی آئندہ تصنیفی ضروریات کے لئے لکھنے والوں کی ایک نہایت قابل کھیپ تیار ہوگئی۔

الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۹ء رسالہ تشحیذ الاذہان کے بارہ میں لکھتا ہے:

''انجمن کا رسالہ تشحیذ حضرت صاحبزادہ کی ایڈیٹری سے نکلتا ہے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ بالکل حق بات ہے کہ رسالہ مذکور کے ایڈیٹر کی زبان اور قلم میں بھی وہی شان جلوہ گر ہے جو ہم سب کے آقا اور محبوب مسیح و مہدی کے زبان اور قلم میں تھی۔''

لائبریری کا قیام: اس کے بعد انجمن تشحیذ الاذہان نے قادیان میں ایک لائبریری قائم کی ظاہر ہے کہ تصنیفی کاموں کو بہتر رنگ میں چلانے کے لئے کتب اور مطالعہ کی سہولت لازم ہے لہٰذا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے انجمن نے لائبریری کی بناء رکھی۔

اخبار الفضل کا اجراء: اس کے بعد آپ نے ۱۹۱۳ء میں اخبار الفضل کا اجراء فرمایا۔ تشحیذ اگرچہ جماعت کی علمی ضروریات کو بہت حد تک بڑی عمدگی سے پوری کر رہا تھا لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے بجا طور پر یہ ضرورت محسوس کی کہ جب تک سلسلہ کا ایک باقاعدہ اخبار جاری نہ ہو صحیح معنوں میں مرکز اور جماعت کے مابین رابطہ قائم نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس شدید ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے جون ۱۹۱۳ء میں الفضل اخبار کا اجراء فرمایا۔ یہ اخبار آج تک جماعت احمدیہ کا مرکزی روزنامہ چلا آرہا ہے۔

الفضل کے ذکر کے ساتھ اس بات کا ذکر نہایت ضروری ہے کہ اس کے اجراء کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے اپنا زیور آپ کے سپرد کر دیا جسے آپ نے اپنے ہاتھوں سے لاہور جا کر پانچ سو روپے میں فروخت کیا اور اس طرح آپ نے قوم اور ملک و ملت کی خدمت کے سامان کئے۔

مجلس ارشاد: ''رسالہ کے علاوہ آپؓ نے انجمن تشحیذ الاذہان کے زیر اہتمام ایک مجلس بھی قائم کی جس کا نام مجلس ارشاد تھا اور اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ تبلیغی فوج میں بھرتی ہونے والے نوجوان اسلامی جدال کے لئے اس دوسرے ہتھیار کو بھی چلانے میں مشاق ہوں جس کا نام تقریر ہے۔ یعنی وہ تحریر اور تقریر دونوں ہتھیاروں سے حفاظت اسلام اور اشاعت اسلام کی لڑائیاں لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ پھر چونکہ آپ کی خواہشات کی جولانگاہ صرف ہندوستان نہ تھا بلکہ آپ تمام دنیا کو اسلام کے لئے فتح کرنا چاہتے تھے اور آپ کی اسی نوجوانی کے زمانہ میں یہ آرزو تھی کہ رُوئے زمین کے شرق و غرب میں اسلام کا جھنڈا لہراتا ہوا دکھائی دے اس لئے آپ نے مجلس ارشاد کے اجلاس دو حصوں میں تقسیم کر دیئے ایک اردو اور ایک انگریزی... یہ کوششیں اگرچہ آپ کی عمر اور قادیان کے حالات کے لحاظ سے چھوٹے پیمانہ پر تھیں لیکن ان سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ نوجوانی کے زمانہ میں ہی آپ کے دل کے اندر کیا کیا اُبال اٹھتے تھے اور کھیل کود کے زمانہ میں آپ کے سینہ کے اندر کس بات کی تڑپ تھی۔''

درس قرآن کریم: ۱۹۱۰ء کے شروع سے آپؓ نے قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا جبکہ آپ بالکل نوخیز جوان تھے۔ ۱۹۱۳ء سے آپ نے دن میں دوبار درس دینے لگے نماز فجر اور نماز ظہر کے بعد۔

آپ کے سفروں کا کچھ تذکرہ:

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے چھ سالہ دورِ خلافت میں متعدد سفر کرنے کا موقع ملا۔ ہر سفر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی اجازت اور آپ کے حکم سے اختیار فرمایا۔ ان تمام سفروں میں آپ تبلیغ کا موقع کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ بیماری اور ناسازئ طبع کے باوجود آپ لیکچر دیتے اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچاتے۔ جو سفر خاص طور پر آپ نے بحالیٔ صحت اور علاج کی خاطر اختیار فرمایا اس میں بھی کوئی موقع تبلیغ کا ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے ابتدائی سفروں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''علم کی تلاش اور تعلیم دین کی اشاعت کا جذبہ عشق کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ نہ دن کو آرام کرتے نہ رات کو چین سے سوتے ہر وقت یہی خیال تھا کہ دینِ احمد کی اشاعت ہو تو کیونکر، دنیا صحیح تعلیم سے روشناس ہو تو کس طرح -؟ مختلف مقامات پر جو تبلیغی یا تربیتی اجلاس ہوتے حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر آپ ان میں شمولیت فرماتے اسی ضمن میں آپ اندرونِ ملک دہلی، ڈلہوزی، بنارس، کانپور، لاہور، ملتان، قصور، امرتسر، بٹالہ، وزیر آباد اور دوسرے متعدد مقامات پر تشریف لے گئے اور بڑے بڑے مجمعوں کو خطاب فرمایا جس کا خاص رُوحانی اثر پیدا ہوا اور متعدد افراد کو قبولِ حق کی توفیق ملی۔''

ذیل کے سطور میں آپ کے سفروں کی مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے۔

آپ کا پہلا سفر بیگووال کی طرف تھا جہاں آپ نے لیکچر دیا اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچایا۔ اس کے بعد آپ جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور کے جلسہ میں تشریف لے گئے۔ مارچ ۱۹۰۹ء کے آخر میں نوجوان احمدی طلباء لاہور نے اپنی انجمن ''الاخوان'' کے سالانہ جلسہ پر آپ کو مدعو کیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک اور سفر لاہور کا اختیار فرمایا اور ایک جلسہ میں آپ کی تقریر ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ایک لمبا دورہ کیا جس میں آپ نے متعدد لیکچر دیئے۔ آپ قادیان دارالامان سے اپنی والدہ محترمہ حضرت ام المؤمنین کے ساتھ دہلی روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ چند دن کپور تھلہ ٹھہرے۔ کپور تھلہ سے لاہور روانہ ہوئے اور وہاں لیکچر دیا۔ پھر دہلی حضرت ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دہلی میں ۹ اکتوبر کو آپ نے ایک لیکچر دیا یہاں سے آپ جماعت احمدیہ قصور کے جلسہ سالانہ میں خطاب کے لئے پہنچے اور پھر دہلی واپس تشریف لے آئے جہاں آپ نے ۱۶ اپریل کو ایک عام لیکچر دیا۔

جماعت احمدیہ فیروز پور کا جلسہ سالانہ ۲۹-۳۰ مئی ۱۹۰۹ء کو منعقد ہوا اس میں ۲۹ مئی کو دوسرے اجلاس میں آپ کا خطاب ہوا۔ نومبر ۱۹۰۹ء میں جماعت احمدیہ ملتان کے بہت اصرار پر آپ ملتان تشریف لے گئے اور جلسہ میں خطاب فرمایا اس کے بعد آپ نے لاہور میں خطبہ جمعہ دیا جس میں آپ نے خلافت کے برکات اور رحمت کا ذکر کیا۔

۱۹۱۱ء میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے ماتحت بحالی صحت کی غرض سے ڈلہوزی تشریف لے گئے بحالی صحت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے لحاظ سے بھی یہ سفر بہت کامیاب رہا۔ ۱۹۱۴ء میں آپ نے چکوال ضلع جہلم کے علاقہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ ۲۴ جنوری ۱۹۱۴ء کو مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے ہمراہ قادیان سے لاہور روانہ ہوئے۔ ۲۵ جنوری کی شام جماعت لاہور کی درخواست پر ایک پُر معارف لیکچر دیا۔ ۲۶ جنوری نماز ظہر کے بعد جہلم میں آپ نے ایک تقریر فرمائی جو سورہ فاتحہ کی تفسیر پر مشتمل تھی۔ ۲۷ جنوری کو آپ جہلم سے روانہ ہو کر چکوال رونق افروز ہوئے۔ چکوال میں خطاب فرمانے کے بعد ۲۹ جنوری کو آپ نور نگ تشریف لے گئے جہاں عورتوں اور مردوں میں الگ الگ وعظ فرمایا۔ ۳۰ جنوری کو آپ چوہان پہنچے اور جمعہ پڑھنے کے بعد ایک عام لیکچر دیا۔ ۳۱ جنوری رات آپ چوہان سے جہلم پہنچے اور صبح جوبلی گھاٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک زبردست لیکچر دیا۔ پھر جہلم سے گوجرانوالہ پہنچے اور جماعت سے خطاب فرمایا۔

بعض تعلیمی سفر:

یہ سفر آپ نے مدارس اسلامیہ کے معائنہ اور وہاں کے علمی ماحول کے مطالعہ کی غرض سے اختیار فرمایا۔ اس سفر میں آپ کے

ساتھ مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ، قاضی امیر حسین صاحبؓ، حافظ روشن علی صاحبؓ، سید عبد الحی عرب صاحبؓ اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ تھے۔

یہ وفد ۱۳؍اپریل ۱۹۱۲ء کو روانہ ہو کر امرتسر کے راستہ ہردوار اور ہردوار سے لکھنؤ پہنچا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جمعہ امین آباد پارک میں قاضی محمد اکرم صاحب کے مکان میں پڑھائی اس کے بعد آپ مولانا شبلی نعمانی کے قائم کردہ دارالعلوم ندوہ دیکھنے تشریف لے گئے۔ مولانا شبلی بہت اصرار کے ساتھ آپ کو اپنے ہاں لے گئے۔ مولانا شبلی کی دعوت پر ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ منعقدہ ۶، ۷، ۸؍اپریل ۱۹۱۲ء سے فارغ ہو کر آپ لکھنؤ کا مدرسہ فرنگی محلی دیکھنے گئے۔ قیصر باغ لکھنؤ کی بارہ دری واجد علی شاہ میں آپ نے سلسلہ احمدیہ کی حسن و خوبی پر ایک کامیاب لیکچر دیا اس کے بعد آپ بنارس گئے اور وہاں پر چار کامیاب لیکچر دیئے۔ ۱۷؍اپریل کو آپ بنارس سے کانپور پہنچے کانپور میں دو مدرسے مدرسہ جامع العلوم اور مدرسہ الٰہیات کا معائنہ فرمایا۔ ۱۸؍اپریل کی شام کو کانپور میں آپؓ کا ایک پبلک لیکچر طلائی محل کے میدان میں ہوا جو آپ کی قیام گاہ کے نزدیک تھا لیکچر کے وقت لوگوں کا ایک ہجوم امڈ آیا اور لیکچر گاہ بالکل بھر گیا اور بہت سے لوگوں کو کھڑا ہونا پڑا کوئی اڑھائی ہزار کے قریب مجمع ہوگا یہاں سے آپ شاہجہانپور پہنچے اور وہاں ایک پر اثر خطاب فرمایا۔ ۲۰؍اپریل کو یہ وفد رام پور پہنچا رام پور میں آپ نے مدرسہ عالیہ دیکھا۔ ۲۲؍اپریل کو آپ امروہہ پہنچے اور ایک مختصر سا خطاب فرمایا۔ ۲۳؍اپریل کو دہلی میں مدرسہ حسین بخش مدرسہ عبدالرب اور مدرسہ فتح پوری دیکھا۔ ۲۵؍اپریل کو عظیم درسگاہ دار العلوم دیوبند دیکھا اس کے بعد سہارنپور کا مشہور مدرسہ مظاہر العلوم کا معائنہ فرمایا۔ ۲۸؍اپریل کو سہارنپور سے چلکر یہ وفد کامیاب و کامران قادیان پہنچا۔

حج بیت اللہ اور سفر مصر

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں سینکڑوں سفر کئے لیکن بلاشبہ ان میں سب سے زیادہ اہمیت اور روحانی عظمت کا حامل وہ سفر تھا جو آپ نے حج بیت اللہ کی غرض سے اختیار فرمایا اور جس سفر میں آپ کو ابلاغِ حق کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ واپسی پر ممبئی سے لیکر قادیان تک تمام جماعتوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ بٹالہ پہنچے تو اپنی مقدس والدہ حضرت ام المؤمنین کو اپنے استقبال کے لئے منتظر پایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے قادیان میں خاص طور پر آپ کے استقبال کی ہدایت فرمائی اور تعلیمی اداروں میں تعطیل کر دی گئی۔ طلباء کے علاوہ سیکڑوں احباب جماعت دو میل دور نہر پر پیشوائی کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔

پہلا سفر یورپ اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی زبردست تبلیغ

حضرت ام المؤمنینؓ اور قادیان اور بیرون قادیان سے آئے ہوئے احمدیوں کی پر سوز دعاؤں کے ساتھ ۱۲؍جولائی ۱۹۲۴ء کو آپؓ اپنے رفقاء سفر کے ساتھ بٹالہ سے دہلی اور دہلی سے ممبئی بذریعہ ریل روانہ ہوئے۔ حضور نے رفقاء سفر کی ایک انتظامیہ کمیٹی بنائی اور کام کی تقسیم اس طرح فرمائی:

پریذیڈنٹ انتظامیہ کمیٹی: حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ

سیکرٹری: حضرت مولوی محمد دین صاحب

پریس: حضرت مولوی محمد دین صاحب، حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب نیر، حضرت ملک غلام فرید صاحب

رپورٹنگ: حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

انتظام ڈاک: حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت چوہدری محمد شریف صاحب، شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔

انتظام ملاقات: حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، حضرت ذوالفقار علی خان صاحب، حضرت چوہدری فتح محمد صاحب۔

خوراک و متفرق خدمات: حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی، چوہدری علی محمد صاحب۔

حضور کا جہاز عدن سے ہوتا ہوا ۲۹ جولائی کو پورٹ سعید پہنچا۔ پورٹ سعید سے قاہرہ بذریعہ ریل قاہرہ سے بیت المقدس اور حیفا کے رستے حضور دمشق تشریف لے گئے۔ ۴؍اگست تا ۹؍اگست دمشق میں آپ کا قیام رہا۔ پھر دمشق سے روانہ ہو کر بیروت ہوتے ہوئے حیفا پہنچے۔ ۱۳؍اگست کو بوقت شام روما سے روانہ ہو کر اگلے دن صبح ۹ نو بجے پیرس پہنچے۔ پیرس سے کیلے جا کر بذریعہ جہاز رودبار انگلستان عبور کر کے ڈوور اور وہاں سے گاڑی پر ۲۲؍اگست قریباً ۶ بجے لنڈن کے وکٹوریہ سٹیشن پر پہنچے جہاں احباب جماعت نے حضور کا استقبال کیا۔

انگلستان میں وفد کے غیر معمولی چرچے اور شہرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک متعصب رومن کیتھولک اخبار کو لکھنا پڑا کہ:

''سارا برطانوی پریس کسی سازش کا شکار ہو گیا ہے۔''

پورے سفر میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کرنے والے بارہ خوش قسمت احباب اپنے سر پر سبز رنگ کی پگڑی استعمال کرتے یہ امر خاص طور پر لوگوں کی توجہ کا باعث بنا رہا۔ بعض نے برملا اس خیال کا اظہار کیا کہ یہ بالکل اسی طرح لگتے ہیں جس طرح مسیح اور ان کے ساتھ بارہ حواری ہوں۔

قیامِ مصر: مصر میں نامور علماء سے حضور کی ملاقات ہوئی۔ لیکن جس بات سے حضور کو سب سے زیادہ خوشی ہوئی وہ وہاں کے احمدی نوجوانوں سے ملاقات تھی۔ حضورؓ فرماتے ہیں:-

''مجھے جو مصر میں سب سے زیادہ خوشی ہوئی وہاں کے احمدیوں کی ملاقات کے نتیجہ میں تھی۔ تین مصری احمدی مجھے ملے اور تینوں نہایت ہی مخلص تھے۔ ان کے اخلاص اور جوش کی کیفیت کو دیکھ کر دل رقت سے بھر جاتا تھا''

قیامِ دمشق: حضورؓ فرماتے ہیں:-

''دمشق میں توقع سے بہت بڑھ کر کامیابی ہوئی۔ اخبارات نے لمبے لمبے تعریفی مضامین شائع کئے۔ دمشق کے تعلیم یافتہ طبقے نے نہایت گہری دلچسپی لی۔''

قیامِ روم اور پوپ کا ملاقات سے گریز: حضورؓ فرماتے ہیں:-

''میں نے پوپ کو لکھا کہ تم عیسائیت کے پہلوان ہو اور میں اسلام کا پہلوان ہوں مجھے ملاقات کا موقع دو تا کہ بالمشافہ اسلام اور عیسائیت کے متعلق میں بات کر سکوں۔''

افسوس کہ پوپ نے پہلوتہی کی۔

ویمبلے کانفرنس: ویمبلے مذہبی کانفرنس میں اسلام کی برتری و حقانیت کے متعلق حضور نے جو معرکۃ الآراء مضمون تیار فرمایا وہ ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کے نام سے مشہور ہے۔ مضمون کا انگریزی ترجمہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ مضمون پڑھنے کے لئے جب چوہدری صاحبؓ جانے لگے تو حضورؓ نے ان کو بلا کر کان میں کہا کہ گھبرانا نہیں میں دعا کروں گا۔ اس مضمون کو بالاتفاق سب نے پسند کیا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سامعین اس مضمون سے بے حد متاثر ہوئے۔ مضمون کے خاتمہ پر صدر جلسہ مسٹر تھیوڈور ماریس نے کہا:

''مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرین جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبیٔ ترتیب، خوبیٔ خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبانِ حال سے میری رائے کے ساتھ متفق ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میں ان کی طرف سے شکریہ ادا کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کر رہا ہوں۔''

ایک مشہور فرانسیسی عالم جو مذاہب کے تقابلی مطالعہ میں بہت مہارت رکھتے تھے یہ مضمون سن کر بے ساختہ کہنے لگے:

"Well put, well arranged, well dealt"

یعنی خوب بیان کیا گیا، خوب ترتیب دیا گیا اور خوب پیش کیا گیا۔ اکثر حاضرین کی زبان پر تھا کہ:

"Rare addresses, one cannot hear such addresses every day"

یعنی ایک نادر خطاب۔ ایسے اچھوتے مضامین ہر روز سننے میں نہیں آتے۔

بعض تبصرہ کرنے والوں نے کہا کہ یہ اس زمانہ کا لوتھر (مصلح) معلوم ہوتا ہے اور یہ موقعہ احمدیوں کے لئے ایک ٹرننگ پوائنٹ ہے اور یہ ایسی کامیابی ہے کہ آپ لوگ ہزاروں پونڈ بھی خرچ کر دیتے تو ایسی شہرت اور ایسی کامیابی کبھی نہیں ہوتی جیسی کہ اس لیکچر کے ذریعہ ہوئی۔ برطانوی اخبارات میں اس مضمون کا خاص چرچا ہوا۔

مسجد فضل لندن کی سنگِ بنیاد

۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء کی تاریخ کو اس سفر

کے یادگار دن ہونے کا اعزاز حاصل ہے جب حضور نے اپنی اور دُنیا بھر میں پھیلی ہوئی جماعت کے ہزاروں افراد کی دلی دعاؤں اور نیک خواہشات کے مطابق خدا تعالیٰ کے فضل سے مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی۔

دوسرا سفر یورپ برائے علاج:

حضورؓ ۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء نو بجے صبح ربوہ سے لاہور بذریعہ کار روانہ ہوئے۔ لاہور سے کراچی بذریعہ ریل اور پھر کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز دمشق روانہ ہوئے۔ بیروت، ایتھنز، زیورک، سوئزرلینڈ، اٹلی، آسٹریا، ہالینڈ، جرمنی ہوتے ہوئے ۳؍جولائی کو لندن پہنچے۔ مختلف جگہوں پر مختلف ڈاکٹرز سے علاج کروایا۔ گرچیکہ حضور کا یہ سفر علاج کی غرض سے تھا لیکن جیسا کہ حضور کی زندگی کا ہر لمحہ بتاتا ہے کہ آپ کا سارا آرام وسکون تبلیغ وترقی اسلام سے وابستہ تھا۔ روانگی سے قبل حضور کس قسم کی سوچ وفکر میں غرق تھے ملاحظہ فرمائیں۔ حضور فرماتے ہیں:-

’’آج میں نے یورپ کی تبلیغ پر بھی غور کیا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ میں خیریت سے وہاں پہنچا تو یورپ کی تبلیغ میں نمایاں تبدیلی ہوجائے گی۔ ۱۹۲۴ء میں جب مَیں نے سفر کیا تو میں نوجوان تھا اور مضبوط تھا مگر اتنا تجربہ کار نہیں تھا۔ اب گو کمزور اور ناتواں ہوں لیکن خدا کے فضل سے اب وسیع تجربہ میری پشت پر ہے...... خدا تعالیٰ مدد فرمائے تو انشاء اللہ برکت اور رحمت اور فضل کے دروازے کھلیں گے اور اسلام ترقی کی طرف قدم بڑھائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اے خدا ایسا ہی ہو۔ تیرا دین پھر اپنی جگہ حاصل کرلے اور کفر پھر غار میں اپنا سر چھپالے۔‘‘

تعلیم الاسلام سکول اور مدرسہ احمدیہ کے جاری رکھنے میں آپ کا تاریخی کردار:

جماعت کے بعض شر پسند عناصر نے پہلے تو تعلیم الاسلام سکول کو بند کرنا چاہا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی کوششوں سے وہ اس بد عزائم میں کامیاب نہ ہوسکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ۱۵ نومبر ۱۹۰۸ء کو انجمن کے ایک اجلاس کے ذریعہ جس میں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو مدعو نہیں کیا گیا تھا ایک بار پھر شر پسند عناصر نے مدرسہ احمدیہ کو کلیتًا بند کرنے کی زبردست سازش رچی لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جلسہ میں پہنچا دیا۔ آپ نے اپنے پرزور اور درد انگیز خطاب اور ناقابل تردید دلائل سے پورے جلسہ کا رُخ پلٹ دیا اور مدرسہ احمدیہ بند ہوتے ہوتے بچ گیا۔

حضور بائبل کے زبردست عالم تھے

حضور بائبل کے زبردست عالم تھے۔ بائیبل پر آپ کی نظر بہت گہری تھی۔ آپ نے عیسائی پادریوں اور بڑے بڑے عیسائی عالموں اور منّادسے بیسیوں گفتگو کی اور کوئی گفتگو بھی ایسی نہ تھی جس میں مدمقابل آپ سے متاثر نہ ہوا ہو بلکہ اکثر تو گفتگو کے دَوران ہی اسلام اور بانی اسلام اور قرآن مجید کی عظمت کے قائل ہوجاتے اور اسلام کے قریب ہوجاتے اور اسلام سے ان کا نفرت کا جذبہ کافور ہوجاتا بلکہ بعض نے تو پہلی گفتگو میں ہی اسلام قبول کرلینا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا اور اسلام میں داخل ہوگئے۔

خلافت کے شروع سال میں ایک عیسائی دوست نے جو قادیان ٹھہر کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے مذہبی تبادلہ خیالات کر رہے تھے اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان کیا:

’’میرا زمانہ تجربہ ۲۵ سال کا ہے اور اس شخص (حضورؓ) کی عمر ۲۵ سال ہے مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ مسیحی مذہب کا علم ان کو مجھ سے زیادہ ہے۔ مَیں نے بہت وعظ اور تقاریر سنی ہیں مگر یہ حالت نہیں دیکھی یہ تو خداداد قابلیت ہے۔‘‘

(الفضل ۲۰؍مارچ ۱۹۱۵ء)

پھر حضور سے مزید تبادلہ خیالات کے بعد انہوں نے کہا:

’’آپ کے سردار حضرت صاحب باوجود اس نوجوانی کے وہ روشن ضمیری رکھتے ہیں کہ مَیں نے کئی مولویوں اور مقرروں کے وعظ سُنے مگر یہ اثر یہ جادُو بیانی ان میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ مَیں جب آپ کی صحبت میں بیٹھا تو کئی اعتراضات لے کر بیٹھا مگر بغیر اس کے کہ مَیں انہیں زبان پر لاؤں حضرت صاحب نے ایسی تقریر شروع کی کہ وہ خود بخود دُور ہوگئے۔ باوجود عیسائی ہونے کے پیغمبرِ عرب کی اب مطلقًا نفرت میرے دل میں نہیں بلکہ بہت بڑی عزّت ہوگئی۔ قرآن مجید کو پہلے لغو کتاب سمجھتا تھا اب مَیں اسے اعلیٰ کتاب سمجھتا ہوں۔ میرے دل میں ایک جنگ شروع ہوگئی ہے مَیں نے جو کچھ حضرت صاحب نے فرمایا سب نوٹ کرلیا ہے اب مَیں اطمینان سے اس پر غور کروں گا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ میرے حق میں دعا کریں گے کہ جو خدا کے نزدیک راہِ راست ہے وہ مجھے دکھائے۔ مَیں پھر اقرار کرتا ہوں کہ حضرت صاحب کے بیان میں ایک جادو کا اثر ہے اور نہایت اعلیٰ معلومات رکھتے ہیں اور مَیں بہت شکر گزار ہوں۔‘‘

(الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۱۵ء)

اسی طرح ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب خاکی راولپنڈی کی ایک روایت بھی پڑھنے کے لائق ہے جو مناظرہ کے وقت آپ کی حاضر جوابی اور بائیبل سے گہری واقفیت کے موضوع پر عمدہ روشنی ڈالتی ہے۔ ماسٹر صاحب لکھتے ہیں:-

’’ایک عیسائی جس نے ۲۵-۲۶ سال تک عیسائیت کی تبلیغ کی تھی قادیان میں آیا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیحا لثانی رضی اللہ عنہ سے گفتگو شروع کی۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ گفتگو کے دَوران حضور نے کسی بات پر ’’اگر‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا یعنی فرمایا کہ اگر ایسا ہوتو ایسا ہوسکتا ہے۔ اس پر پادری نے کہا کہ اگر والی بات تو کمزور ہوتی ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا ہے کہ اگر مَیں چاہوں تو دس ہزار فرشتے میری مدد کو آسکتے ہیں۔ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کی بات کمزور تھی؟ یہ بات سُن کر وہ پادری ہنس پڑا اور لاجواب ہوگیا۔ یہ خلافت ثانیہ کے بالکل ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

اوائل ۱۹۱۶ء میں لاہور کے تین یورپین عیسائی علماء تحقیق اور احمدیت کے مطالعہ کی غرض سے قادیان تشریف لائے ان میں ایک مسٹر والٹر ینگ مَین کرسچن ایسوسی ایشن لاہور کے سیکرٹری تھے۔ دوسرے مسٹر ہیوم اسی ایسوسی ایشن کے ایجوکیشن سیکرٹری اور تیسرے مسٹر لیوکس ایف سی کالج لاہور کے وائس پرنسپل تھے۔ مسٹر والٹر کا ارادہ قادیان اور تحریک احمدیت پر ایک کتاب لکھنے کا تھا۔ چنانچہ وہ مختلف مقامات کی زیارت کے علاوہ مختلف پرانے اور نئے احمدیوں سے گفت وشنید اور تبالہ خیالات کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح سے مذہبی امور پر آپ کی ایک طویل گفتگو ہوئی جو الفضل ۱۵ جنوری ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ مدِّ مقابل ایک عیسائی مستشرق ہے جسے بائیبل پر بھی گہرا عبور ہے اور اسلامیات پر بھی وہ نظر رکھتا ہے۔ گہری تنقیدی نظر سے وہ تحریک احمدیت کا مطالعہ کر رہا ہے اور ایسے پیچیدہ سوالات کرتا ہیکہ جن کے جوابات دیتے وقت مدِّ مقابل الجھن میں پڑ جائے اور بعض ایسے سوالات کرتا ہے جن کے متعلق وہ جانتا ہے کہ دیگر فرقوں اور مذاہب کے ماننے والوں کے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پوزیشن کو مشکل میں ڈال دیں گے۔ یہ ایسا سنجیدہ اور اعلیٰ پایہ کا علمی مکالمہ ومخاطبہ ہے کہ اس کا خلاصہ پیش کرنا ہمارے لئے مشکل ہے اور طوالت کے خوف سے من عن پیش کرنا بھی محال ہے صرف ایک سوال اور اس کا جواب پیش کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے:-

مسٹر والٹر:: کیا سوائے احمدیوں کے سب لوگ دوزخ میں جائیں گے احمدی تو بہت تھوڑے ہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح:: آپ کے نزدیک حضرت مسیح جب آئے تھے تو اس وقت صرف تیرہ آدمی نجات یافتہ نکلے تھے اگر ان کے وقت سوائے تیرہ کے اَور کوئی نجات نہیں پاسکتا تو اس وقت کئی لاکھ کے سوا اگر اَور نجات نہیں پائیں گے تو کیا حرج ہے۔‘‘

تاریخ احمدیت میں مسٹر والٹر اور ان کے ساتھیوں کے تأثرات کا دلچسپ ذکر ملتا ہے قادیان میں آمد حضرت خلیفۃ المسیح اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا ایسا گہرا اثر ان زائرین کے دل پر پڑا کہ مسٹر والٹر نے بعد میں اپنی ایک کتاب ’’احمدیہ مومنٹ‘‘ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے گہرے تأثرات کا اظہار کیا جو احبابِ قادیان سے مل کر ان کے دل پر پڑے پھر مدتوں بعد ایک موقعہ پر سیلون میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر لیوکس نے سامعین کے سامنے بڑے وثوق کے ساتھ یہ اظہار خیال کیا کہ عیسائیت اور اسلام کی جنگ کا فیصلہ دنیا کے کسی بڑے شہر میں نہیں ہوگا۔ نہ لنڈن میں نہ نیویارک میں نہ ہی واشنگٹن میں بلکہ دنیا کی ایک نامعلوم چھوٹی سی بستی میں

اسلام اور عیسائیت کی آخری جنگ لڑی جائے گی اور اس بستی کا نام قادیان ہے۔"

تحریک شدّھی کا منہ توڑ جواب

سن ۱۹۱۲ء کے لگ بھگ یہ خبر سننے میں آئی کہ لکھنؤ آگرہ اور علی گڑھ کے ارد گرد بسنے والے بعض ملکانہ راجپوتوں کو ہندو پنڈت شُدّھ کر کے اسلام سے منحرف کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے بہت ہی پُر زور رنگ میں یہ اعلان ہو رہا تھا کہ:

کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
ہندو! اگر تم میں ہے جذبۂ ایماں باقی
بھاگ سے قوموں کو یہ وقت ملا کرتے ہیں
رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلماں باقی

اسلام کا شدید معاند شردھانند بڑے فخر سے یہ اعلان کر رہا تھا :

"نواح آگرہ میں راجپوتوں کو تیز رفتاری سے شُدّھ کیا جا رہا ہے اور اب تک چالیس ہزار تین سو راجپوت ملکانے، گوجر اور جاٹ ہندو ہو چکے ہیں ......ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں اور اگر ہندو سماج ان کو اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے تعجب نہ ہوگا کہ ان کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہو جائے۔"

یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی اسلام کا درد رکھنے والوں کی راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔ ارتداد کی اس رَو کو روکنے کے لئے مسلمانوں کے بہت سارے فرقوں نے اپنے اپنے طور پر کوششیں کیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جس فراست اور دانائی اور منصوبہ بند طریق پر کام کیا اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے صرف غیروں کی آراء پیش کرنے پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔

اخبار "مشرق" گورکھپور ۱۵/ مارچ ۱۹۲۳ء نے لکھا:-

" جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی کوشش کرتی ہے وہ اس زمانے میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی۔"

اخبار "زمیندار" ۲۹/ جون ۱۹۲۳ء نے اعتراف کیا کہ:-

" قادیانی احمدی اعلیٰ ایثار کا اظہار کر رہے ہیں ان کا قریباً ایک سو مبلغ امیرِ وفد کی سرکردگی میں مختلف دیہات میں مورچہ زن ہے۔ ان لوگوں نے نمایاں کام کیا ہے۔ جملہ مبلغین بغیر تنخواہ یا سفر خرچ کے کام کر رہے ہیں۔ ہم گو احمدی نہیں لیکن احمدیوں کے اعلیٰ کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جس اعلیٰ ایثار کا ثبوت جماعت احمدیہ نے دیا ہے اس کا نمونہ سوائے متقدمین کے مشکل سے ملتا ہے ان کا ہر ایک مبلغ غریب ہو یا امیر، بغیر مصارفِ سفر و طعام حاصل کئے میدانِ عمل میں گامزن ہے۔ شدید گرمی اور لُوؤں میں وہ اپنے امیر کی اطاعت میں کام کر رہے ہیں۔"

ذیلی تنظیموں کا قیام حضور کی زبردست تنظیمی صلاحیت کا ثبوت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پوری جماعت کو ایک دھاگے میں پرونے ایک دوسرے سے باندھنے اور نہیں عمل کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ذیلی تنظیموں کا قیام عمل میں لایا۔ ۱۹۲۳ء میں لجنہ اماء اللہ، ۱۹۳۸ء میں خدام الاحمدیہ اور ۱۹۴۰ء میں مجلس انصار اللہ کی تنظیم آپ نے قائم فرمائی۔

آیئے ان تنظیموں کی تعریف و توصیف میں غیروں کی آراء سنتے ہیں:-

تحریک سیرت کے مشہور لیڈر مولانا عبد المجید قرشی نے اپنے اخبار "تنظیم" ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء امرتسر میں لکھا:-

" لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح پر ہر وہ تحریک جو مَردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مَردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مَردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبار میں چھپ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پر جوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی جس کا مرورِ زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔"

جماعت احمدیہ کی مخالفت میں بدنامی کی حد تک شہرت یافتہ مجلس احرار کا ترجمان "زمزم" جماعت کی اس قابلِ رشک تنظیم کا ذکر کرتے ہوئے بصد حسرت و یاس لکھتا ہے:-

" ایک ہم ہیں کہ ہماری کوئی بھی تنظیم نہیں اور ایک وہ ہیں کہ جن کی تنظیم در تنظیم کی تنظیمیں ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ آوارہ منتشر اور پریشان ہیں ایک وہ ہیں کہ حلقہ در حلقہ محدود و محصور اور مضبوط اور منظّم ہیں ایک حلقہ احمدیت ہے۔ اس میں چھوٹا بڑا زن و مرد بچہ بوڑھا ہر احمدی مرکز "نبوت" پر مرکوز و مجتمع ہے۔ مگر تنظیم کی ضرورت اور برکات کا علم و احساس ملاحظہ ہو کہ اس جامع و مانع تنظیم پر بس نہیں اس وسیع حلقہ کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر ہر فرد کو اس طرح جکڑ دیا گیا ہے کہ ہل نہ سکے۔ عورتوں کی مستقل جماعت لجنہ اماء اللہ ہے۔ اس کا مستقل نظام ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اس کا جُداگانہ سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خدام الاحمدیہ نوجوانوں کا جدا نظام ہے۔ پندرہ تا چالیس سال کے ہر فرد جماعت کا خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔

چالیس سال سے اوپر والوں کا مستقل ایک اَور حلقہ ہے 'انصار اللہ' جس میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان تک شامل ہیں۔ میں ان واقعات اور حالات میں مسلمانوں سے صرف اس قدر دریافت کرتا ہوں کہ کیا ابھی تمہارے جاگنے اور اُٹھنے اور منظّم ہونے کا وقت نہیں آیا؟ تم نے ان متعدد مورچوں کے مقابلہ میں کوئی ایک بھی مورچہ لگایا؟ حریف نے عورتوں تک کو میدانِ جہاد میں لا کھڑا کیا......میرے نزدیک ہماری ذلت و رسوائی اور میدان کشاکش میں شکست و پسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط معیارِ شرافت ہے۔"

(زمزم، لاہور، ۲۳ جنوری ۱۹۴۵ء بحوالہ الفضل ۱۸/ اپریل ۱۹۴۵ء)

خدمت قرآن : قرآن مجید کی تفسیر اس کا ترجمہ اور اس کے صحیح معانی و مطالب کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے میں آپ کا ایک منفرد اور ممتاز مرتبہ ہے۔ آپ بچپن سے ہی قرآن مجید کے حقائق و معارف بیان کرنے لگے تھے جسے سنکر لوگ حیرت و استعجاب میں پڑ جاتے۔ بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے فرشتوں کے ذریعہ آپ کو قرآنی علوم سکھائے۔ قرآن مجید کا مقام و مرتبہ اور اس کی عظمت آپ کے دل میں کس قدر تھی اس کا اندازہ آپ کے ذیل کے الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

" مَیں نے تو آج تک نہ کوئی ایسی کتاب دیکھی اور نہ مجھے کوئی ایسا آدمی ملا جس نے مجھے کوئی ایسی بات بتائی ہو جو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑھ کر ہو یا قرآن کریم کی کسی غلطی کو ظاہر کر رہی ہو یا کم از کم قرآن کریم کی تعلیم کے برابر ہی ہو۔" (الفضل ۳۰ جون ۱۹۳۹ء)

۱۹۲۸ء میں آپ نے قرآن کریم کے درس کا خاص اہتمام فرمایا اور درس کے اختتام پر شاملین درس اور دیگر احباب کو دعوت دی۔

۱۹۲۸ء کے جلسہ سالانہ پر حضور نے فضائل قرآن مجید کے عنوان پر ایک سلسلہ تقاریر شروع فرمایا اپنی چھ تقریروں میں حضور نے قرآنی انوار و محاسن مختلف انداز میں بیان فرمائے۔ آپ نے اپنی ان عالمانہ تقاریر کے آخر میں مذاہب عالم کے پیروؤں کو چیلنج بھی دیا کہ آپ قرآن مجید کو افضل ترین کتاب ثابت کر سکتے ہیں۔

سوا تین سو صفحات پر مشتمل آپ نے ایک کتاب "دیباچہ تفسیر القرآن" لکھی۔ علاوہ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مضامین کے اس میں آپ نے جمع قرآن، حفاظت قرآن، ترتیب قرآن، قرآنی پیشگوئیاں، قرآنی اخلاق اور ان کی فضیلت جیسے مضامین بیان فرمائے۔

تفسیر صغیر: بامحاورہ اور مختصر تفسیری نوٹ کے ساتھ قرآن مجید کا یہ ترجمہ بے مثل اور بے نظیر ہے۔ ترجمہ بے حد پر معارف اور ان تمام غلطیوں سے پاک ہے جو عموماً قرآن مجید کے ترجمہ میں راہ پا گئی ہیں۔ قرآن مجید کے عام تراجم کے مقابل پر تفسیر صغیر کو کیا خاص امتیاز حاصل ہے اس کا ایک دلچسپ موازنہ مکرم عبد الباسط صاحب شاہد نے سوانح فضل عمر میں پیش فرمایا ہے قارئین اپنے علم میں اضافہ کے لئے مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

تفسیر کبیر : تفسیر کبیر آپ کے علمی کارناموں میں سے ایک بڑا علمی کارنامہ ہے۔ تفسیر کبیر کی اشاعت کے سلسلہ

میں آپ نے بعض دفعہ پوری پوری رات جاگ کر مسلسل کام کیا ہے۔حضور کے اس علمی معجزہ نے بے شمار لوگوں کی زندگیوں میں روحانی انقلاب پیدا کیا ہے۔پروفیسر عبد المنان بیدل صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی نے تفسیر کبیر کے متعلق بیان کیا:

"مرزا محمود کی تفسیر کے پایہ کی کوئی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی آپ جدید تفسیریں بھی مصر وشام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔عربی و فارسی کے علماء مبہوت رہ گئے۔"

مشہور عالم علامہ عبد الماجد دریا آبادی مدیر "صدقِ جدید" نے حضور کی وفات پر ایک شذرہ تحریر کیا جس میں حضور کی خدمت قرآن کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"قرآن اور علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔"

("صدقِ جدید" لکھنؤ ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء)

حضرت مصلح موعودؓ کے عہد مبارک میں انگریزی ترجمہ کے علاوہ مندرجہ ذیل زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہوا تا یہ زبانیں بولنے والی قومیں بھی قرآنی برکات سے بہرہ ور ہوسکیں:

(۱) جرمن (۲) ڈچ (۳) ڈینش (۴) سواحیلی (۵) لوگنڈا (۶) مینڈی (۷) فرانسیسی (۸) ہسپانوی (۹) اٹالین (۱۰) روسی (۱۱) پرتگیزی (۱۲) کِکُویو (۱۳) کیکامبا (۱۴) (۱۵) انڈونیشین (۶) اسپرانٹو۔

احرار کی شدید مخالفت اور ناکامی

تحریک جدید کا اجراء اور جماعت کی ترقی ،احرار اِنکے اپنوں کی نظر میں

۱۹۲۹ء میں مجلس احرار قائم کی گئی اس مجلس کے مقاصد کیا تھے اور اس کا کیا مقام و مرتبہ تھا خود ان ہی کی زبان سے ذیل کے سطور میں ملاحظہ فرمائیے:

اخبار زمیندار لکھتا ہے:-

"دُنیا پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مجلس کے سامنے صرف ایک مقصد تھا کہ مسلمانوں کو صرف کانگریس کے آستانہ کفر وشرک پر جھکا دیا جائے لیکن مسلمانوں نے لعنت کے اس بارِ گراں کو نہ اُٹھایا اور نہ اُٹھائے گا انشاء اللہ۔" (زمیندار، ۳۱ جنوری ۱۹۴۷ء فسادات کا پس منظر صفحہ ۲۲)

سیفی کاشمیری سابق سیکرٹری مجلس احرار کا بیان ملاحظہ ہو:

"خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے قطعی اور یقینی طور پر کہتا ہوں کہ مجلس احرار کی مرزائیت یا قادیانیت کے خلاف تمام تر ......جد و جہد اور قادیان کے خلاف یہ سب پروپیگنڈا محض مسلمانوں سے چندہ وصول کرنے اور کونسل کی ممبری کے لئے ان سے ووٹ حاصل کرنے کے لئے ہے۔" (زمیندار ۲۸ راگست ۱۹۳۶ء ،بحوالہ الفضل ۳۰ راگست ۱۹۳۶ء)

تحقیقاتی عدالت نے لکھا:-

"اسلام ان کے لئے ایک حربے کی حیثیت رکھتا تھا جسے وہ کسی سیاسی مخالف کو پریشان کرنے کے لئے جب چاہتے بالائے طاق رکھ دیتے اور جب چاہتے اُٹھا لیتے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ،صفحہ ۲۷۲)

احرار کی تعلّیاں: احرار نے ۱۹۳۴ء میں جماعت کی شدید مخالفت کی اور پورے ہندوستان میں مسلمانوں کو بھڑکایا لیکن جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے یہ کسی قومی یا ملی ہمدردی کی خاطر نہ تھا بلکہ صرف چندہ بٹورنے کی خاطر تھا۔ انہوں نے جماعت کی مخالفت میں اور چندہ بٹورنے کی خاطر یہ اعلان کیا کہ:

☆ "ہم نے ان کی طاقت کو دبانا اور سیاسی قوت کو تباہ کرنا ہے......ہم نے ایک سال کے لئے عہد کر لیا ہے کہ نہ چماروں کو نہ ہندوؤں کو اور سکھوں کو نہ عیسائیوں کو تبلیغ کریں گے اور نہ ان کے پاس جائیں گے صرف استیصال مرزائیت کریں گے۔"

☆ "ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

☆ "ہم منارۃ المسیح کی اینٹیں دریائے بیاس میں بہا دیں گے۔"

☆ قادیان اور اس کے گردونواح سے احمدیت کا نام ونشان ختم کر دیں گے۔"

احراریوں کا مباہلہ سے فرار:

نیز احراریوں نے جماعت پر ایسے ایسے بے بنیاد الزامات لگائے جس سے مسلمانوں کو دھوکا دیا جاسکے کہ جماعت احمدیہ اسلام کی اور ملک کی خیر خواہ نہیں ہے اور وہ غم وغصہ سے بھر جائیں اور جماعت کے خلاف غارت گری کریں۔سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بہت ہی صبر اور حوصلہ اور عزم و استقلال سے ان کے تمام بے ہودہ الزامات کا جواب دیا نیز انہیں مباہلہ کے لئے بلایا اور چیلنج دیا تا کہ سچے اور جھوٹے میں تمیز ہو جائے لیکن انہوں نے راہِ فرار اختیار کیا۔

احراریوں کا مباہلہ سے فرار اتنا واضح اور نمایاں تھا کہ یہ اُن کی دکھتی رگ بن گئی جسے چھیڑتے ہوئے ایک مشہور صحافی نے یہاں تک لکھ دیا:

"میں مرزا بشیر الدین محمود نہیں جس سے مباہلہ کرنے کا سن کر رہنمایانِ احرار کے بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔"

حضرت مصلح موعودؓ کا اعلان:

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

"تم احرار کے فتنہ سے مت گھبراؤ۔خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا نے جس راستہ پر مجھے کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے جو تعلیم مجھے دی ہے وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے اور جن ذرائع کے اختیار کرنے کی اس نے مجھے توفیق دی ہے وہ کامیاب و بامراد کرنے والے ہیں۔اس کے مقابلہ میں زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے اور مَیں ان کی شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے اور اپنی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں اتنی ہی نمایاں مجھے ان کی موت دکھائی دیتی ہے۔" (الفضل ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء)

ایک طرف احرار جماعت کو مٹا ڈالنے کے دعوے کر رہی تھی دوسری طرف اسلام کا پہلوان سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اسلام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کی سکیم بنا رہا تھا۔آپ نے ۱۹۳۴ء میں ہی تحریک جدید کا اجراء فرمایا اور ایک سال میں ساڑھے ستائیس ہزار روپے کا مطالبہ فرمایا لیکن اس سے قبل آپ نے تحریک جدید کے کچھ مطالبات جماعت کے سامنے رکھے جس کا خلاصہ سادہ زندگی اتحاد و اتفاق اور اسلام کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔ نیز آپ اپنے خطبہ و خطابات کے ذریعہ مسلسل قلوب مومنین کو اس قربانی کے لئے تیار کرتے رہے۔آپ کے مطالبہ کے مقابل پر جماعت نے تین گنا زیادہ چندہ آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قربانی کی ایسی روح جماعت میں قائم فرما دی کہ عورتوں اور مردوں سبھی نے دل کھول کر اپنے امام کی آواز پر لبیک کہا اور قربانی کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ جن کو پڑھ کر آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

تحریک جدید کی کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"اس تحریک کے پہلے دَور کی میعاد دس سال تھی ......اس دَور میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو جس قربانی کی توفیق دی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس نے اس عرصہ میں جو چندہ اس تحریک میں دیا وہ تیرہ چودہ لاکھ روپیہ بنتا ہے......اس دَوران تحریک جدید کے ماتحت ہمارے مبلغ جاپان میں گئے۔تحریک جدید کے ماتحت چین میں مبلغ گئے تحریک جدید کے ماتحت سماٹرا اور جاوا میں مبلغ گئے اور اس تحریک کے ماتحت خدا تعالیٰ کے فضل سے سپین ،اٹلی ،ہنگری ،پولینڈ ،البانیہ ،یوگوسلاویہ اور امریکہ میں مبلغ گئے اور افریقہ کے بعض ساحلوں پر بھی اس تحریک کے ماتحت مبلغ گئے اور ان مبلغین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔"

(الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۴۴ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"جتنے چندے بڑھے ہیں یہ سب تحریک جدید کے چندے کے بچے ہیں۔ اگر ان غریب قادیان والوں نے اور ہندوستان کی جماعتوں نے بکریاں بیچ بیچ کر اور کپڑے بیچ بیچ کر اور مہینوں روپیہ روپیہ دو دو روپے اکٹھے کر کے تحریک جدید کے چندے نہ دیئے ہوتے تو آج کروڑوں تک بجٹ نہیں پہنچ سکتا تھا...... جتنے چندے آپ کو اس وقت یورپ اور امریکہ اور افریقہ اور دیگر جماعتوں میں نظر آ رہے ہیں یہ سارے تحریک جدید کے ان چندوں کی برکتیں ہیں جو آغاز میں دیئے گئے

تھے اور بڑی خاص دعاؤں کے ساتھ دیئے گئے تھے۔ ان چندوں میں حضرت مسیح موعود کے صحابہ شامل تھے۔''

وقف جدید:

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم کارنامہ وقف جدید کا اجراء ہے اس کا اوّلین مقصد جماعت کی اندرونی تربیت تھا۔ نیز اندرون ملک گاؤں گاؤں قریہ قریہ احمدیت کے پیغام کو پہنچانا تھا۔ شروع میں یہ تحریک صرف برصغیر کے لئے تھی بعد میں حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پوری دنیا کے لئے اس کو وسیع کر دیا اس کے اغراض و مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

''اب مہاجال ڈالنے کی ضرورت ہے اور اس کے ذریعہ گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ کے لوگوں تک ہماری آواز پہنچ جائے بلکہ گاؤں کے ہر گھر تک ہماری پہنچ ہو۔''

سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ ۳۵۰ میں مولانا عبدالباسط شاہد صاحب فرماتے ہیں:-

''وقفِ جدید کے قیام کا بنیادی مقصد دیہاتی جماعتوں کی تربیت و اصلاح ہے تاکہ ان کا رُخ انحطاط سے موڑ کر از سرِ نَو ترقی کی جانب پھیر دیا جائے گویا جس طرح احمدیت اسلام کے احیائے نَو کی تحریک ہے اسی طرح نسبتاً محدود پیمانے پر وقف جدید احمدیت کے احیائے نو کی ایک تحریک ہے جس کے زیر انتظام دیہاتی علاقوں میں احمدیوں کے مذہبی، روحانی اور اخلاقی اقدار کو اسلامی معیار کے مطابق بلند تر کرتے چلے جانے کا عظیم الشان کام سرانجام دیا جانا ہے یعنی مقصد یہ ہے کہ خصوصاً ان علاقوں میں جو تعلیم کی کمی یا مرکز کی آنکھ سے اوجھل ہونے کے باعث مرور زمانہ کا شکار ہونے کا زیادہ خطرہ رکھتے ہیں۔ ان کی نگرانی اور تعلیم و تربیت کا ایسا عمدہ اور مستقل انتظام کیا جائے کہ ان میں روحانی زندگی برقرار رکھنے کی اہلیت پیدا ہو جائے۔''

اس کے جو شیریں ثمرات ظاہر ہوئے نہ صرف اپنے بلکہ بے گانے بھی اس کے شاہد ہیں یہ ایک لمبی تفصیل ہے مختصر یہ کہ معلمین و مبلغین کے ذریعہ تعلیم و تربیت اور قرآن سیکھنے اور سکھانے کا ایسا کام شروع کیا گیا کہ پوری جماعت نہایت مضبوط و مستحکم مربوط و منظم اور یکجان ہوگئی۔

ربوہ کی تعمیر اور آبادی مصلح موعودؓ کے ہاتھ کا ایک بڑا معجزہ:

الٰہی تقدیر کے مطابق سیدنا حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو ۱۹۴۷ء میں قادیان سے ہجرت کرنا پڑی۔ اس موقع پر جماعت کو کن کن مشکل حالات سے گزرنا پڑا اور کیا کیا قربانیاں پیش کرنی پڑیں یہ اپنی ذات میں ایک مستقل مضمون ہے۔ تقسیم ہند ظلم و بربریت سفاکی و خونریزی کا وہ سیاہ ترین باب ہے جس پر انسانیت کا سر شرم کے مارے ہمیشہ جھکا رہے گا۔ اس کے علل و اسباب اور اس کے تفصیلی تجزیہ کا یہاں موقع نہیں اس موقع پر صرف تعمیر مرکز ربوہ کی ایک مختصر جھلک پیش کرنا مقصود ہے جو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا ایک بڑا معجزہ ہے۔

۳۱؍اگست ۱۹۴۷ء کو حضور قادیان سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے لاہور پہنچ کر آپ نے امیر جماعت احمدیہ لاہور حضرت شیخ بشیر احمد صاحب کے مکان پر قیام فرمایا اور اسی وجہ سے یہ جگہ وقتی طور پر پاکستان و بیرون پاکستان کی جماعتوں کا مرکز بن گئی اس کے جلد بعد ہی حضور رتن باغ نزد میو ہسپتال میں منتقل ہوگئے اور اس کے بالمقابل جودھا مل بلڈنگ میں جماعتی دفاتر قائم ہوگئے اور لاہور جماعت کے نئے مرکز (ربوہ) کے قیام تک ہنگامی حالات میں عالمی جماعت احمدیہ کا مرکز بنا رہا۔

ربوہ کی زمین حد درجہ بنجر اور ناقابل کاشت اور غیر شیریں پانی والی زمین تھی اس کے متعلق مکرم راجہ علی محمد صاحب لکھتے ہیں:-

''یہ قطعہ زمین زراعت کے ناقابل بالکل کلر تھور ہے جہاں صرف ایک بوٹی ''لانی'' کے جو اونٹوں کا چارہ ہے اور جو خود زمین کے ناقابل زراعت ہونے کا ثبوت ہے اس کے علاوہ اور کسی قسم کی سبزی، درخت وغیرہ کا وہاں نشان تک نہیں۔ بعض سرمایہ داروں نے لمبی میعاد کے پٹہ پر گورمنٹ سے یہ زمین لے کر اس کو آباد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے۔ (الفضل ۷ جون ۱۹۶۴ء)

اس رپورٹ سے یہ بھی عیاں ہے کہ قدرت نے یہ قطعہ زمین اسی مقصد کیلئے مقدر فرمایا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی آبادی کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ حضرت فضل عمرؓ اس سلسلہ میں آخری فیصلہ کرنے سے قبل بنفس نفیس اس قطعہ زمین کے معائنہ کیلئے تشریف لے گئے۔ حضور نے اس جگہ کو مرکز نَو کی تعمیر کے لئے موزوں قرار دیا اور حضور کی ہدایت پر ناظر اعلیٰ صاحب نے ڈپٹی کمشنر جھنگ کو یہ قطعہ زمین خریدنے کی درخواست کی۔

۱۱ جون ۱۹۴۸ء کو حکومت کی طرف سے زمین انجمن کے نام دیئے جانے کی منظوری موصول ہوئی۔

۲۲؍جون ۱۹۴۸ء کو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے زمین کی قیمت داخل خزانہ کروا کے دفتری کارروائی کی تکمیل کروالی گئی۔ یہاں تک تو معمول کے مطابق کام ہوتا گیا مگر اس کے بعد بعض اردو اخبارات نے مخالفانہ پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ حکومت نے جماعت کی ناجائز طرفداری کی ہے اور یہ کہ بعض لوگ ۱۵۰۰ روپے فی ایکڑ تک یہ اراضی خریدنے کو تیار تھے مگر جماعت کو برائے نام قیمت پر دے دی گئی۔ اس کے جواب میں جماعت کی طرف سے یہ بیان جاری کیا گیا کہ:

''ہم یہ رقبہ جو ۱۰۳۴؍ ایکڑ ہے مندرجہ بالا پیش کردہ قیمت پر فروخت کرنے کو تیار ہیں اور علاوہ ازیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس رقم کا جو پندرہ لاکھ اور اکاون ہزار روپیہ بنتی ہے وصول ہوتے ہی ایک ایک روپیہ فوراً حکومت پاکستان کے خزانے میں داخل کرا دیں گے۔ اخیر میں ہم پاکستان کے شہریوں کو یقین دلاتے ہیں کہ اس معاملہ کے متعلق اخبار ''آزاد'' کا لفظ لفظ کذب بیانی پر مبنی ہے۔''

(الفضل ۴؍اگست ۱۹۴۸ء، صفحہ ۱)

حکومت کی طرف سے اس زمین کا قبضہ دیئے جانے میں تاخیر ہو رہی تھی حضورؓ نے صدر انجمن کو بذریعہ تار یہ ہدایت فرمائی کہ اس سلسلہ میں فوری کارروائی کی جائے۔ حضورؓ کا طریق مبارک تھا کہ ضروری کام کو جلد سے جلد پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضور نے آنے والے خطرات کو بھانپ لیا تھا۔ مکرم راجہ علی محمد صاحب کا مندرجہ ذیل بیان حضور کی سیرت کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

''اس رقبہ کے حصول کیلئے حضور کی سرگرمی اور گرم جوشی کا بیان کرنا میری قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ہم میں سے بعض یہ خیال کرتے تھے کہ جس کام کا ارادہ حضور کرلیں آپ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اس وقت تمام فکر و تدبیر مشغولیت و مصروفیت اور حضور کی ہمہ تن توجہ اس کام کیلئے وقف شدہ معلوم ہوتی تھی لیکن جلد ہی بعد میں آنے والے واقعات نے ہماری آنکھیں کھولیں تو حضور کی عجلت پسندی اور فکر اور گرمجوشی ہمارے لئے دست غیب کا ایک کرشمہ تھا جو حضور کے ہاتھ پر ظاہر ہوا کیونکہ اس کے بعد بہت جلدی جماعت احمدیہ کے خلاف تعصب بغض و عناد اور حسد اور نفرت کا لاوا اندر ہی اندر پکنا شروع ہوگیا۔ اور جوں جوں دن گذرتے گئے جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمدردی اور خیر سگالی کا جذبہ جو قادیان اور اس کے گرد و نواح میں مسلمانوں کی حفاظت کے لئے احمدیوں کے مثالی مومنانہ ایثار اور استقلال کی وجہ سے پیدا ہوا تھا وہ افتراء و کذب بیانی اور منافرت کے لاوا میں دبتا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہماری ہر بات کو ناکام کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ ایسے حالات میں کوئی یہ خیال بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ربوہ کی سرزمین کا حاصل کرنا ہمارے واسطے ممکن ہوگا۔ ربوہ کی زمین کا اس طرح حاصل ہونا ایک معجزہ ہے۔ جو اور جس طرح کی کوشش ان دنوں حضور نے کی اس میں ایک گھنٹہ کی غفلت بھی مقصد کی کامیابی میں دنوں کا التواء اور دنوں کی غفلت مہینوں کا التواء ثابت ہوتی۔ اور چند مہینوں کی غفلت تو غالباً اصل مقصود اور مدعا اور اس کیلئے جو اقدام کیا گیا تھا یہ سب کوشش منفی ثابت ہوتی پس ربوہ مرکز ثانی کا وجود ایک معجزہ ہے جو حضرت موعود اولوا العزم اور مصلح اور امام ربانی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا''

(الفضل ۷ جون ۱۹۶۴ء)

۲۰ ستمبر کو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ لاہور سے ربوہ پہنچ کر تین سو احباب کی موجودگی میں بعد نماز ظہر ایک ولولہ انگیز اور رقت آمیز خطاب فرمایا اور بعد خطاب رقبہ زمین کے چاروں کونوں اور وسط میں ایک ایک بکرے کی قربانی کی وسط میں حضور نے اپنے دست مبارک سے بکرا ذبح کیا۔ اس سفر کے دوران ہی حضور نے نئے مرکز کا نام ''ربوہ'' تجویز فرمایا۔ نئے مرکز ربوہ کی تعمیر کی ابتداء

۱۹/اپریل ۱۹۴۸ء کو ہوئی اور ۱۹ ستمبر ۱۹۴۹ء کو حضور مستقل رہائش کے لئے یہاں تشریف لے آئے۔

تعمیر اور آبادی کا کام حضور کی خاص ہدایت اور نگرانی میں چلتا رہا۔ مسجد مبارک کی بنیاد ۳/اکتوبر ۱۹۴۹ء کو رکھی گئی۔ حضور کی ذاتی رہائش گاہ کی بنیاد ۲۹/مئی ۱۹۵۰ء کو جبکہ ۱۳/مئی ۱۹۵۰ء کو قصرِ خلافت، تعلیم الاسلام ہائی سکول، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، دفاتر تحریک جدید اور دفتر لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی گئی۔

ربوہ میں منعقد ہونے والے دوسرے جلسہ سالانہ کے افتتاحی خطاب میں حضورؓ نے ربوہ کی تعمیر پر خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کرتے ہوئے جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ خطاب کے آخر پر حضور نے فرمایا:

’’ہم ایک دفعہ پھر یہاں جمع ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کی عنایت اور اس کی مہربانی سے۔ آہ ہم سچے دل سے یہ عہد کریں کہ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا اقرار دُنیا سے نہیں کروالیں گے اس وقت تک ہم اطمینان اور چین سے نہیں بیٹھیں گے۔‘‘

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی باون سالہ خدمات ایک بحرِ بے کراں ہے جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ آئندہ کا مؤرخ اسلام اسلام پر آپ کے احسانات کو تسلیم کئے بغیر اسلامی تاریخ مکمل نہیں کرسکتا۔ آپ کی خدمت کا ذکر ہزاروں بلکہ لاکھوں صفحات پر پھیلا پڑا ہے۔ آج جماعت جس مضبوط اور مستحکم مقام پر پہنچ چکی ہے اس میں آپ کی باون سالہ دورِ خلافت کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ آپ نے بہت ہی حکمت ودانائی دردوکرب دعاؤں وگریہ وزاری سے اس کی پرورش کی اور اسے پروان چڑھایا اور پختگی کی عمر کو پہنچایا۔ آج جماعت جس مضبوط نظام سے منسلک ہے اور تنظیم کے جس مضبوط دھاگے میں پروئی ہوئی ہے یہ صرف اور صرف آپ ہی کی عطا ہے۔ آج شوریٰ کا جو باوقعت اور باوقار نظام ہم دیکھ رہے ہیں برسوں آپ نے اپنے ہاتھوں سے اسے تراشا ہے۔ آج جو ہمارے دل مطمئن ہیں کہ جو نظامِ خلافت ہمارے پاس ہے کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا نظام خلافت میں یہ استحکام آپ نے پیدا کئے۔ خلافت اولیٰ اور ثانیہ کے ابتدائی دَور میں نظام خلافت پر تبر رکھنے کی جو دُشمن نے ٹھان لی تھی اس تبر کا رُخ آپ نے اپنے آہنی ہاتھوں سے موڑ دیا۔ تقسیم ہند کے وقت بے سہارا مسلمانوں کی خدمات ان کی جان وآبرو کی حفاظت کشمیر کے مسلمانوں کی خدمت اور انہیں غلامانہ زندگی سے نجات دلانا۔ مسلمانان ہند کی رہنمائی اور ہمدردی، مسلمانوں کی بین الاقوامی خدمات آپ کی زندگی کا ایک روشن باب ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کے صحیح معنوں میں مونس وغمخوار تھے۔

غرضیکہ اس مختصر مضمون میں آپ کے اوصاف حمیدہ اور آپ کے کارہائے نمایاں کی ایک جھلک بھی پیش کرنا ایک مشکل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے اور ہر لحہ آپ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ آمین۔

ایک دن آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے

☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

بقیہ: حضرت مصلح موعودؓ کے علمی وتحریری کارنامے از صفحہ 23

الرویأ ☆۔ حقیقت الامر ☆۔ حقائق القرآن ☆۔ حق الیقین رد ہفوات المسلمین ☆۔ حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے ☆۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے تین شاہد ☆۔ حالاتِ حاضرہ کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ کا فرمان ☆۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا فرمان۔

خ

☆۔ خطبات محمود ☆۔ خدا تعالیٰ کے قہری نشان ☆۔ خزینۃ العلوم ☆۔ خلافت راشدہ ☆۔ خطبات النکاح جلد اوّل۔ ☆۔ خطبات النکاح جلد دوم۔ ☆۔ خطبات عیدین ☆۔ خلافتِ حقہ اسلامیہ ☆۔ خدمتِ دین کا فریضہ اور احمدی نوجوان ☆۔ خلافتِ احمدیہ کے مخالفین کی تحریک۔

د

☆۔ دلائل ہستی باری تعالیٰ ☆۔ درس القرآن ☆۔ دعوۃ العلماء ☆۔ دعوۃ الامیر ☆۔ دیباچہ تفسیر القرآن۔

ذ

☆۔ ذکر الٰہی ☆۔ روحانی علوم ☆۔ رسول کریم ﷺ کی عزت کا تحفظ اور ہمارا فرض ☆۔ رسول کریم ﷺ اور آپؐ کی تعلیم۔

ز

زندہ خدا کے زبردست نشان ☆۔ زندہ مذہب ☆۔ زمینداروں کی اقتصادی مشکلات کا حل ☆۔ زندہ خدا کے زندہ نشان۔

س

سیرت النبی ﷺ (آپ کے مضامین مندرجہ الفضل کا مجموعہ) ☆۔ ساڑھے چار لاکھ مسلمان ارتداد کیلئے تیار ☆۔ سیرت حضرت مسیح موعودؑ ☆۔ سائمن کمیشن کے متعلق رائے ☆۔ سرزمین کابل کا تازہ نشان ☆۔ سردار کھڑک سنگھ صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو دعوۃ حق ☆۔ سیر روحانی پہلی تقریر ☆۔ سیر روحانی دوسری تقریر ☆۔ سیر روحانی تیسری تقریر ☆۔ سیر روحانی چوتھی تقریر ☆۔ سیر روحانی پانچویں تقریر ☆۔ سیر روحانی چھٹی تقریر ☆۔ سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل ☆۔ سیرۃ خیر الرسل ﷺ۔

ش

☆۔ شکریہ اور اعلان ضروری ☆۔ شرعی تعزیر کے متعلق صحیح اسلامی نظریہ۔

ص

☆۔ صادقوں کی روشنی کون دور کرسکتا ہے۔ ☆۔ صلح کا پیغام۔

ض

☆۔ ضروری اعلان نمبر (۱) متعلق مسلمانان کشمیر۔ ☆۔ ضروری اعلان نمبر (۲) متعلق مسلمانان کشمیر۔

ع

☆۔ عید الاضحیہ پر مسلمانوں کا فرض ☆۔ عرفان الٰہی ☆۔ عقائد احمدیت۔

ف

☆۔ فرائض مستورات ☆۔ فیصلہ ورتمان کے بعد مسلمان کا اہم فرض ☆۔ فریضہ تبلیغ اور احمدی خواتین ☆۔ فتح اسلام۔

ق

☆۔ قبولیت دُعا کے طریق ☆۔ قولِ الحق ☆۔ قیام پاکستان اور ہمارا فرض ☆۔ قادیانی مسئلہ کا جواب۔

ک

☆۔ کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے ☆۔

کلام محمود (آپؓ کا منظوم کلام) ☆۔ کیا آپ اسلام کی زندگی بسر کرتے ہیں ☆۔ کمیونزم اور ڈیموکریسی (انگریزی میں)۔

گ

☆۔ گوشت خوری۔

ل

☆۔ لیکچر شملہ ☆۔ لوح الہدیٰ ☆۔

م

☆۔ مدارج تقویٰ ☆۔ مسلمان وہ ہے جو خدا کے ماموروں کو مانے ☆۔ منصبِ خلافت ☆۔ ملائکۃ اللہ ☆۔ معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا روّیہ۔ ☆۔ معارف القرآن ☆۔ محبت الٰہی ☆۔ مجمع السجدین ☆۔ منہاج الطالبین ☆۔ مذہب اور سائنس ☆۔ مسلمانانِ ہند کے امتحان کا وقت ☆۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کا مکتوب مسئلہ ذبیحہ گائے کے متعلق۔ ☆۔ میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں ☆۔ مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ ☆۔ میری وصیت ☆۔ مطالبات تحریک جدید ☆۔ مسئلہ زکوۃ۔

ن

☆۔ نجات۔ تقریر جلسہ سالانہ قادیان 1922 ☆۔ نظام نو ☆۔ نبیوں کا سردار ☆۔ نظامِ آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر۔

ھ

☆۔ ہدایات زریں ☆۔ ہستی باری تعالیٰ ☆۔ ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ☆۔ ہندو مسلم فسادات، ان کا علاج اور مسلمانوں کا آئندہ طریق عمل ☆۔ ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل ☆۔ ہدایات برائے مبلغین ملکانہ۔ ان تالیفات وتصنیفات کے علاوہ مختلف وقتوں میں اخبار ورسائل کا اجراء بھی قابل ذکر ہے۔ مثلاً تشحیذ الاذہان۔ الفضل۔ وغیرہ ہیں۔ نیز حضرت مصلح موعودؓ کی تمام تقاریر کو انوار العلوم کی شکل میں سلسلہ وار شائع کیا جارہا ہے۔ جس کی ۱۸ جلدیں شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ مزید پر کام جاری ہے۔

آخر پر اس قول کے مطابق کہ گواہی وہی جس کا اقرار دشمن بھی کرے۔ ایک حوالہ جو ایڈیٹر زمیندار نے احراریوں کو مخاطب کرکے بڑے پرزور طریقہ پر لکھا ’’کان کھول کر سن لو! تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کرسکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا دھرا ہے؟‘‘ (بحوالہ ایک خوفناک سازش مصنف مولانا مظہر علی اظہر صفحہ 196)

آخر پر دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مصلح موعودؓ کے علمی خزانہ سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ایک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

حضرت مصلح موعودؓ کے علمی و تحریری کارنامے

مکرم طاہر احمد گلبرگی ۔ مبلغ سلسلہ دھولپور راجستھان

آخری زمانہ میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ’’یتزوج ویُولدلهٗ ‘‘ کے مصداق حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے دور خلافت سے قبل اور اس کے بعد جو غیر معمولی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان کو ایک جگہ جمع کرنے کیلئے ایک دفتر درکار ہوگا۔ پھر بھی حتی المقدوت کچھ پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ خدا کے مامور حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے یوں فرمایا:

اِنَّا نبشرک بغلامٍ عَلِیْم۔
(سورۃ الحجر ۴۴)

اور اس زمانہ میں مثیل ابراہیم امام مہدی و مسیح موعودؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت ایک عظیم لڑکے کی بشارت دی اور یہ پیشگوئی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر حرف بہ حرف صادق آئی۔ اور آپؓ نے خود بھی اس کا دعویٰ فرمایا:

بچپن میں حضرت مصلح موعودؓ آنکھوں میں کمزوری کی وجہ سے پڑھائی میں کمزور تھے اس وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ بھی آپ کی پڑھائی پر زیادہ زور نہیں دیتے تھے۔ مگر خدا نے جس کی ذمہ داری لی ہو اس کو دنیاوی پڑھائی کی کچھ بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس جگہ خاکسار آپ کے علمی کارناموں کی ایک جھلک قارئین کی خدمت میں پیش کرے گا۔ حضرت فضل عمرؓ نے جو علوم کی نہریں بہائی ہیں ان کے کچھ قطرات آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔

قرآن دانی: حضرت مصلح موعودؓ جب سورۃ فاتحہ کی تفسیر فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے خود اس سورۃ کی تفسیر آپؓ کو سکھائی جس کے بعد حضور نے تفسیر صغیر و تفسیر کبیر جیسی نایاب تفسیر بیان کی۔

حضور نے قرآنی آیات کا بغور مطالعہ کیا اور اس کے بعد اپنی معرکۃ الآراء تقریر ’’سیر روحانی‘‘ بیان کی جس میں حضور نے ایسے علوم کا ذکر کیا کہ جس کا ابھی تک سائنس پتہ نہیں لگا سکی۔ ان میں سے چند علوم کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔علم کائنات ۲۔علم جغرافیہ ۳۔علم جہاز رانی ۴۔علم طب ۵۔علم ہندسہ ۶۔علم ادب ۷۔علم معانی ۸۔علم بیان ۹۔علم النفس ۱۰۔علم کیمیا ۱۱۔علم فلسفہ ۱۲۔علم منطق ۱۳۔علم نباتات ۱۴۔علم موازنہ مذہب ۱۵۔علم توافق بین المخلوقات ۱۶۔علم حیوانات ۱۷۔علم معیشت ۱۸۔علم الاقتصاد ۱۹۔علم شہریت ۲۰۔علم التاریخ ۲۱۔علم عالم کی نہر ۲۲۔علم موسمیات ۲۳۔علم دینیہ ۲۴۔علم نیچرل ہسٹری ۲۵۔تاریخ وتمدن ۲۶۔علم الانسان۔

(از سیر روحانی جلد سوم صفحہ 76-56 و صفحہ 169-151)

اگر احمدی طلباء ان علوم کے متعلق ذوق و شوق رکھتے ہیں اور ان علوم کے حوالہ سے مزید استفادہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کو سیر روحانی کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور خاص طور پر وہ طلباء جو ان علوم کے میدان میں زیر تعلیم ہیں ان کو تو ضروری اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اگر ان کو اردو سے واقفیت نہ ہو تو ہمارے مربیان سے مدد لینی چاہیئے تا کہ وہ ان کو احسن رنگ میں سمجھا سکیں۔ اس کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ نے قرانی تفسیر میں تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کا ایک نہ ختم ہونے والا ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ تفسیر کبیر میں خاص طور پر سورۃ الفاتحہ کی لاجواب تفسیر اور ترتیب انبیاء علیھم السلام اور حضرت مسیح کی تاریخ پیدائش الٰہی کتب کی روشنی میں اس طرح کے اہم مضامین پر روشنی ڈالی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے تحریری کارنامے

حضرت مصلح موعودؓ کے تحریری کارناموں کو پیش کرنے کیلئے خاکسار نے محترم شیخ محمد اسمعیل صاحب پانی پتی کے مضمون ’’حضرت فضل عمرؓ کے پیدا کردہ عظیم الشان لٹریچر نکات و معارف کا بیش بہا علمی خزانہ‘‘ جو کہ روزنامہ الفضل ربوہ فضل عمر نمبر 1966 میں شائع ہوا تھا سے مدد لی ہے۔

حضرت فضل عمرؓ نے جو عظیم الشان لٹریچر پیدا کیا وہ اپنی افادیت اپنی وسعت اپنی تعداد اپنی اہمیت کے لحاظ سے عدیم النظر ہے۔ اگر حضور کے مضامین خطبات اور ملفوظات جمع کئے جائیں تو بلا مبالغہ پچاس جلدوں میں آجائیں بلکہ اس سے بھی زیادہ جلدوں میں۔ یہ حقیقت ہے کہ جو بے نظیر اور شاندار ذخیرہ کتب آپ نے اپنے بعد چھوڑا ہے وہ عجیب وغریب نکات و معارف کا مجموعہ اور بے حد معلومات افزا اور بیش بہا علمی خزانہ ہے۔

(ماخوذ فضل عمر نمبر صفحہ 17 سن 1966)

حضرت مصلح موعودؓ نے مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پر اپنی قلم سے بیش بہا علمی نکات و معارف بیان کئے ہیں۔ ان کی مختصر سی تفصیل یوں ہے۔

☆۔ترجمہ قرآ مجید اور اس کی تفسیر وتشریح ☆۔اسلامی اور مذہبی تصانیف۔☆۔ تبلیغی لٹریچر۔☆۔غیر مبائعین کے متعلق ☆۔اصلاحی اور اخلاقی تصانیف☆۔ سیاست اور حالاتِ حاضرہ کے متعلق☆۔ اقتصادیات و عمرانیات☆۔ مکتوبات۔ اعلانات اور اشتہارات☆۔ تاریخی کتب و سوانحی کتابیں☆۔دہریوں کے متعلق☆۔عیسائیوں کیلئے لٹریچر☆۔ ہندووں۔آریوں۔سکھوں کے متعلق۔☆۔ فلسفیانہ تحریریں۔☆۔ منظومات خطبات اور تقاریر۔ تصوف اور الٰہیات☆۔اتفاق واتحاد کے متعلق☆۔مذہب وسائنس☆۔ ہندو مسلم فسادات کے متعلق☆۔ لٹریچر متعلق شاتمان رسول ﷺ☆۔ زمینداروں کے متعلق☆۔ تحریک کشمیر کے متعلق☆۔احمدی خواتین کے متعلق☆۔قیام و استحکام پاکستان کے متعلق☆۔ زراعت اور فلاحت کے متعلق☆۔کمیونزم کے متعلق۔

ان مختلف مضامین پر مختلف وقتوں پر حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی قلم سے بہت علمی معارف تحریر فرمائے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تصنیفات و تالیفات کو حروف تہجی کے لحاظ سے پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت فضل عمرؓ کی تصنیفات و تالیفات کی تفصیلی فہرست:

☆۔اسلامی نماز۔☆۔ القول الفصل☆۔ انوار خلافت☆۔ اللہ تعالیٰ کی مدد صرف صادقوں کے ساتھ ہے☆۔ایک صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب☆۔ اسلام اور دیگر مذاہب☆۔ اسمہ احمد کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کو اخری دعوت☆۔ ایک غلط بیانی کی تردید☆۔آئینہ صداقت☆۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام☆۔ ایک سیاسی لیکچر☆۔ اساس الاتحاد☆۔ال مسلم پارٹیز کانفرنس کے پروگرام پر ایک نظر☆۔آپ اسلام اور مسلمانوں کیلئے کیا کرسکتے ہیں☆۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور احرار اسلام ☆۔ اسوہ کامل☆۔ انقلاب حقیقی☆۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان☆۔ اعمال صالحہ☆۔اہل پیغام سے عقائد کے فیصلہ کا آسان طریقہ اور مسئلہ دعا کے متعلق اعتراضات کا جواب☆۔ امام جماعت احمدیہ کا اہم پیغام اہل ہند اور پارلیمنٹری کمیشن کے نام۔☆۔ اصول احمدیت☆۔اسوہ حسنہ☆۔الموعود☆۔اسلام کا اقتصادی نظام☆۔ آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعت احمدیہ کی پالیسی☆۔ الانذار☆۔ الازھار لذوات الخناء☆۔احمدیت کا پیغام☆۔ الکفر ملۃ واحدۃ ☆۔ اسلام اور ملکیت زمین☆۔ایک ضروری پیغام☆۔ اہل کشمیر کے نام میرا پہلا خط☆۔اہل کشمیر کے نام میرا دوسرا خط☆۔اہل کشمیر کے نام میرا تیسرا خط☆۔اہل کشمیر کے نام میرا چوتھا خط☆۔اہل کشمیر کے نام میرا پانچواں خط☆۔اہل کشمیر کے نام میرا چھٹا خط☆۔اہل کشمیر کے نام میرا ساتواں خط☆۔اہل کشمیر کے نام میرا آٹھواں خط☆۔احمدی اور غیر احمدی میں فرق☆۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت☆۔ اظہار حقیقت (متعلق مولوی محمد علی ☆۔اسلام کا آئین اساسی☆۔ایک عظیم الشان پیشگوئی۔

ب

☆۔برکاتِ خلافت☆۔ بالشویک علاقہ میں تبلیغ احمدیت☆۔برادران کشمیر کے نام میرا پہلا پیغام۔☆۔برادران کشمیر کے نام میرا دوسرا پیغام۔☆۔برادران کشمیر کے نام میرا سلسلہ چہارم۔☆۔ برادران کشمیر کے نام میرا مکتوب دوم۔

پ

☆۔پہاڑی وعظ ☆۔ پیغام مسیح☆۔پیارا نبی ﷺ☆۔پردہ کے متعلق ایک ضروری خطبہ☆۔ پیغام آسمانی☆۔ پکارنے والے کی آواز۔

ت

☆۔تحفۃ الملوک☆۔ ترقی اسلام کے متعلق شملہ سے جماعت کے نام پیغام☆۔تقدیر الٰہی☆۔ترک موالات اور حکام اسلام☆۔تقریر سیالکوٹ☆۔ تحفہ شہزادہ ویلز☆۔ تقریر دلپزیر☆۔تحفہ لارڈ ارون☆۔تبلیغ حق☆۔تفسیر کبیر☆۔تعلیم العقائد والاعمال بر خطبات☆۔ تعلق باللہ☆۔تحقیقاتی عدالت میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان☆۔تفسیر صغیر☆۔تناسخ اور آواگون☆۔تبلیغ ہر مسلمان پر فرض ہے۔☆۔ تحریک اتحاد☆۔تقریر شملہ

ٹ

☆۔ٹرکی کا مستقبل

ج

☆۔جماعت احمدیہ کا عقیدہ☆۔جو حضرت خاتم النبیینؐ کا منکر ہے وہ یقیناً اسلام سے باہر ہے۔

چ

☆۔چشمہ توحید☆۔چند غلطیوں کا ازالہ☆۔چشمۂ ہدایت☆۔چٹھی بنام اہل کشمیر۔

ح

☆۔حقیقۃ النبوت☆۔ حقیقۃ

(باقی صفحہ 22 پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت المصلح الموعودؓ بحیثیت عاشقِ رسول ﷺ

(راشد احمد حیدرآبادی۔ متعلم جامعہ احمدیہ قادیان)

قارئین کرام آج جس بابرکت ومقدس وجود کی زندگی کے ایک پہلو کا تذکرہ کرنا مقصود ہے وہ بابرکت ومقدس وجود ہمارے محبوب امام سیدنا المصلح الموعودؓ ہیں۔آپؓ 12 جنوری 1889ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔آپؓ جلد جلد بڑھے اور زمین کے کناروں تک آپؓ نے شہرت پائی۔لاکھوں سعید روحوں نے آپؓ کی غلامی میں خدا کو پالیا۔آپؓ اپنے دور کے عظیم الشان روحانی پیشوا اور ''فخرِ رسل'' کے آسمانی لقب کے حامل تھے۔حسن میں مثیلِ یوسفؑ،شاعری میں حسان بن ثابتؓ کے مظہر، خلافت میں حضرت عمرؓ کے مظہر اور عشقِ رسولِ عربیؐ میں حضرت مسیح موعودؑ کی تصویرِ مجسم تھے۔حضورؓ کی خدانما پاکیزہ زندگی کے اگرچہ ہزار ہا پہلو ہیں اور ہر پہلو اپنے اندر ایک خاص شان رکھتا ہے اور آپؓ کی ذات میں ایک منفرد اور ممتاز حیثیت سے جلوہ گر ہے۔مگر یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عاشقانہ تعلق کے بعد اگر آپؓ کو کسی سے عشق تھا اور اوّلین وآخرین میں سے اگر کسی وجودِ مقدس ومطہر کے ساتھ آپؓ کو سب سے زیادہ محبت وعقیدت تھی اور اگر کسی کی یاد میں آپؓ کی روح ہر وقت گداز رہتی تھی اور حمد کے ترانے گاتی تھی تو وہ ذات،ذاتِ پاک سید الاوّلین والآخرین ،فخرِ دو عالم فخرِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امّی و روحی و جنانی) تھی۔

آپؓ اپنے دور کے سب سے بڑے عاشقِ رسولؐ تھے،اور یہ ضروری تھا۔کیوں کہ پیشگوئی میں کہا گیا تھا

کہ:۔''اور تا اُنہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے''۔

اپنے انہی خیالات کا اظہار آپؓ نے کچھ ان الفاظ میں فرمایا ہے۔آپؓ اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:۔''میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں۔ میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں۔اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعویٰ ہے نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے۔میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے،اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو''۔

{تقریر برموقع جلسہ سالانہ 1944ء}

سیدنا المصلح الموعودؓ کی عمرِ مبارک صرف 18 برس کی تھی کہ آپؓ نے اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یاد میں اشعار کہنے شروع کئے۔جس سے قطعی طور پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جنابِ الٰہی کی طرف سے عشقِ رسولؐ کا بے پناہ جذبہ ابتداء سے ہی آپؓ کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا اور آپؓ کی روح کو روحِ مصطفویؐ سے ایک خاص نسبت و تعلق تھا۔چنانچہ 1907ء کے آپ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

محمدؐ میرے تن میں مثلِ جاں ہے
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے
وہ ہم کہ فکر میں دیں کے ہمیں قرار نہیں
وہ تم کہ دینِ محمدؐ سے کچھ بھی پیار نہیں
کروڑ جاں ہو تو کر دوں فدا محمدؐ پر
کہ اس کے لطف وعنایات کا شمار نہیں

پھر 1908ء میں جبکہ آپؓ کی عمرِ مبارک محض 19 سال تھی حضرت محمد مصطفیٰؐ کی شانِ اطہر میں ایک پُر کیف نعت لکھی جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
مرا دل اُس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے
مرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمد
میرے دل کا یہی اِک مدعا ہے
اسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اِک مزا ہے
مجھے اس بات پر ہے فخر محمودؔ
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے

قارئین کرام!خود اندازہ کرلیں کہ کس قدر کمسنی اور چھوٹی عمر میں ہی آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے عشقِ محمدیؐ کی لو لگائی بلکہ آپؓ کے بارہ میں تو پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کے ہر کام اور ہر فعل میں آپؑ کے سچے جانشین اور خلیفہ ہوں گے۔اور آپؓ کا یوں چھوٹی عمر میں ہی اتنے بہترین اور عمدہ اشعار لکھنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ واقعی آپؓ عاشقِ صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کے جانشین ہیں۔

پھر جب آپؓ جنوری 1914ء میں مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ سے عشق ومحبت کا چشمہ بحرِ موّاج کی شکل اختیار کر گیا اور آپؓ کے قلب و روح جمالِ محمدیؐ اور صفاتِ محمدیؐ اور انوارِ محمدیؐ کے تصوّر میں بے خود ہو کر بے ساختہ پکار اُٹھے۔

محمدِؐ عربی کی ہو آل میں برکت
ہو اس کے حسن میں برکت جمال میں برکت
ہو اسکی قدر میں برکت کمال میں برکت
ہو اسکی جان میں برکت جلال میں برکت

نصف صدی سے زیادہ اسلام کا یہ بطلِ جلیل مسندِ خلافت پر رونق افروز رہا اور اس دوران دشمنانِ اسلام اور معاندینِ اسلام نے کئی مرتبہ اپنی نادانی اور کم عقلی اور شرارت سے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس پر کیچڑ اُچھالنے کی ناپاک و ناکام کوشش کی ۔کبھی ''ورتمان'' اخبار میں ناپاک مضمون چھپوائے تو کبھی ''رنگیلا رسول'' جیسی دلوں کو چھلنی کر دینے والی کتابیں شائع کی گئیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دل یہ سب دیکھ کر غم کے آنسو روتا تھا اور آپؓ اپنے محبوب حبیبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ کی عزت وناموس کے دِفاع کے لئے سینہ سپر ہو جاتے اور ان دشمنوں کے لئے ایک تلوارِ برہنہ بن جاتے تھے اور یہ فرض کبھی تحریرات کے ذریعہ سے ادا کرتے تھے اور کبھی عملی اقدام کے تحت جلسے وغیرہ کروا کر۔جلسہ ہائے ''سیرۃ النبیؐ'' اور یومِ پیشوایانِ مذاہب اسی کی کڑیاں ہیں۔حضرت اقدس کے عشقِ رسولِ عربیؐ کی مثالیں بے شمار ہیں ۔غیرتِ رسولِ عربیؐ اور عشقِ رسولؐ کے چند اور نمونے پیشِ خدمت ہیں۔

1927ء میں ہندو اخبار ''ورتمان'' میں ایک مضمون شائع ہوا اور اس بدقسمت نادان دشمنِ اسلام نے سردار المطہّرینؐ کی شان میں گستاخیاں کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر لیا۔حضرت مصلح الموعودؓ نے ایک بیان پوسٹر کی شکل میں طبع کروا کر ایک ہی رات میں ملک کے طول وعرض میں چسپاں کروا دیا۔اس کا کچھ حصہ پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

''میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو ستانے کیلئے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا۔ہماری جانیں حاضر ہیں۔ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں ۔لیکن خدارا نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالیاں دے کر آپؐ کی ہتک کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اِس ذات بابرکت سے ہمیں اِس قدر تعلق اور وابستگی ہے کہ اِس پر حملہ کرنے والوں سے ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے،لیکن ان لوگوں سے ہرگز ہرگز صلح نہیں ہو سکتی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں''۔

{الفضل 10 جون 1927ء}

حضورؓ کی طرف سے اس پوسٹر کا چھپنا تھا کہ ملک میں ایک شور مچ گیا ۔مسلمان اخبارات نے مضامین لکھے جن میں اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا گیا۔وفد بنائے گئے اور حُکّامِ وقت کو اپنے غم وغصہ سے آگاہ کیا گیا۔مالک اخبار ''ورتمان'' اور مضمون لکھنے والے پر مقدمہ چلا اور انہیں ایک سال اور چھ ماہ کی قید ہوئی۔مسلمانانِ ہند خوش ہو گئے کہ دشمنوں کو سزا ملی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو مبارک باد کے خطوط لکھے اور تار بھیجے۔اس کے جواب میں آپؓ نے فرمایا کہ:۔

''میرا دل غمگین ہے کیونکہ میں اپنے آقا اپنے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزّت کی قیمت ایک سال کے جیل خانے کو نہیں قرار دیتا۔میں اُن لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کی سزا قتل ہے۔ایک آدمی کی جان

کو بھی اسکی قیمت قرار نہیں دیتا۔ میں ایک قوم کی تباہی کو بھی اسکی قیمت قرار نہیں دیتا۔ بلکہ میں اگلے اور پچھلے سب کفّار کے قتل کو بھی اسکی قیمت نہیں قرار دیتا کیونکہ میرے آقا ﷺ کی عزّت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اسکی قیمت قرار دیا جائے۔''

نیز فرمایا:-'' کیا یہ سچ نہیں کہ میرا آقا ﷺ دنیا کو جلانے کیلئے آیا تھا نہ کہ مارنے کیلئے۔ وہ لوگوں کو زندگی بخشنے کے لئے آیا تھا نہ کہ انکی جان نکالنے کے لئے۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت دنیا کے احیاء میں ہے نہ اِس کی موت میں۔۔۔۔ پس میں اپنے آقا ﷺ سے شرمندہ ہوں کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغی سُستی کا نتیجہ ہے۔ قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے نہ دل کا اور میرے لئے اس وقت تک خوشی نہیں جب تک کہ تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض نکال کر اس کی جگہ آپؐ کی محبت قائم نہ ہو جائے۔''

{الفضل 19 اگست 1927ء}

قارئین کرام! اب دیکھ لیں کہ اس عاشقِ رسول ﷺ کو آپؐ سے کس درجہ تک محبت اور عشق تھا کہ آپؐ کی ہتک کسی قیمت پر آپؓ کو منظور نہ تھی اور آپؓ کی نظر میں حضورِ اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کی قیمت اس دنیا کی کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ ایک اور موقع پر غیر احمدی مولویوں کے اس قول پر کہ ہم عیسائیوں سے یہودیوں سے آریوں سے اور سکھوں سے صلح کر سکتے ہیں مگر احمدیوں کے ساتھ ہم کسی طرح صلح نہیں کر سکتے۔ جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ:-

''اس کے مقابلے میں ہماری یہ حالت ہے کہ باوجود اس کے کہ سب سے بڑھ کر ہماری مخالفت کرنے والے غیر احمدی ہیں اور باوجود اس کے کہ ان کے ملکوں میں ہمارے آدمیوں کو نہایت بے دردی اور ظلم کی راہ سے قتل کیا جاتا ہے لیکن مذاہب کے لحاظ سے آریوں اور عیسائیوں سے کروڑ ہا درجے میں غیر احمدیوں کو افضل جانتا ہوں۔ یہ کہیں گے کہ عیسائیوں کی حکومت اور ان کے ملک میں ہمارے لئے بہت امن اور انصاف ہے مگر افغان گورنمنٹ میں ہمارے ساتھ ظلم اور بے انصافی ہوتی ہے۔ لیکن جب مذہب کا اصول آئے گا تو میں ''امیر امان اللہ خان'' کو کروڑوں درجے ''کنگ جارج'' سے بڑھ کر سمجھوں گا کیوں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہیں۔ اُنہیں خدا کا سچا رسول مانتے ہیں جو کہ ہمیں تمام چیزوں سے زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔ لیکن ''کنگ جارج'' آپؐ کی صداقت کے قائل نہیں۔ تو مذہباً امیر امان اللہ خان صاحب کو میں ''کنگ جارج'' سے زیادہ معزز سمجھتا ہوں باوجود اس کے کہ امیر امان اللہ خان کی حکومت میں ہمارے آدمیوں پر سخت ظلم ہوئے لیکن مذہباً ''کنگ جارج'' سے ان کی عزت میرے دل میں بہت زیادہ ہے کیونکہ جس کی غلامی کا مجھے فخر حاصل ہے اور جسے یہ مولوی لوگ کافر، کذاب اور دجال کہتے ہیں اس سے میں نے یہی سیکھا ہے اور یہی اس نے تعلیم دی ہے اور میرا یہ حوصلہ اسی کی بدولت ہے کہ باوجود حکومتِ کابُل سے اس قدر دُکھ اٹھانے کے امیر امان اللہ خان کی اس قدر محبت اور عزت میرے دل میں ہے کیوں کہ خواہ ان کی حکومت میں ہم سے کیسا ہی برا سلوک کیا گیا اور ہمیں کتنے ہی دکھ دئے گئے مگر وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں۔''

{حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی تقریر۔ الفضل- 14 جولائی 1925ء صفحہ-5}

ایک جگہ آپؓ نے فرمایا کہ تمام مدارجِ روحانیہ کا حصول صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اور صرف آپؐ کی غلامی کے ساتھ ہی منسلک ہے۔ فرماتے ہیں:-

''جو شخص یہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی امت میں ایسے لوگ پیدا نہیں ہو سکتے جو خدا کے مقرّب ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہوں وہ جھوٹا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتا ہے وہ آپؐ کے فیضان کو بند کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت بھی زندہ تھے جب آپؐ جسدِ عنصری کے ساتھ اِس دُنیا میں موجود تھے اور اِس وقت بھی زندہ ہیں جب آپؐ دنیا سے جا چکے ہیں۔ دنیا پیدا ہوگی اور فنا ہوگی۔ لوگ آئیں گے اور مریں گے۔ نسلِ انسانی دنیا میں پیدا ہوگی اور مٹے گی مگر میرا رسولؐ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ جو شخص اِس کے خلاف کہتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر اس پر کوئی مجھے پھانسی بھی دینا چاہے تو میں پھانسی کے تختے پر بھی چڑھنے کے لئے تیار ہوں۔''

{سیرِ روحانی جلد دوم صفحہ 70}

ایک مرتبہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم جو کہ غیر مبائعین کے امیر ہیں نے اپنی ایک کتاب میں لکھا کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور آپؓ کی جماعت حضرت مسیح موعودؑ کو نبی مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکاری ہیں اور آپؐ کی ہتک کرتے ہیں (نعوذ با للہ من ذالک) اس کے جواب میں حضرت المصلح الموعودؓ نے فرمایا:-

'' نادان انسان ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔ اُسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی۔ وہ میری جان ہے۔ میرا دل ہے۔ میری مُراد ہے۔ میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تختِ شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اسؐ کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اُس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں کیوں اس سے محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب تلاش نہ کروں۔ میرا حال مسیح موعودؑ کے اس شعر کے مطابق ہے کہ ۔

''بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم۔''

اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اِس بات پر مجبور کرتی ہے کہ بابِ نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدے کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اِس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔''

(انوار العلوم جلد:2 صفحہ 503 (حقیقۃ النبوۃ)

قارئین کرام اب خود دیکھ لیں کہ مسیحِ محمدیؐ اور آپؑ کے خلفاء اور آپؑ کی جماعت پر یہ جو الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم حضورِ پاک محبوبِ خدا اور سردار المطہرین حضرت محمد مصطفٰی خاتم الانبیاء ﷺ سے عشق اور واسطہ نہیں رکھتے جو کہ سراسر غلط اور بے بنیاد الزام ہے جس کا ازالہ اس مندرجہ بالا اقتباس سے ہوتا ہے۔

دشمنانِ اسلام ہندوستان میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور آپؐ کی شان میں گستاخی بھرے دلآزار مضمون اور باتیں چھاپتے رہتے تھے۔ پھر اخباروں میں اس کے خلاف احتجاجی مضمون چھپتے تھے اور بہت ہنگامہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ مقدمات بھی لڑے جاتے تھے۔ لیکن حضورؓ نے اس سب کے برخلاف ان توہین آمیز مضامین کے انسداد کا ایک اچھوتا اور عمدہ طریقہ'' جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ'' کی شکل میں تجویز فرمایا۔ ان جلسوں کا مقصد خود حضورؓ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپؓ فرماتے ہیں:-

''لوگوں کو آپؐ پر حملہ کرنے کی جرأت اِس لئے ہوتی ہے کہ وہ آپؐ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں اور اِس کا ایک ہی علاج ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دئے جائیں کہ ہندوستان کا بچّہ بچّہ آپؐ کے حالاتِ زندگی سے آگاہ ہو جائے۔ اور کسی کو آپؐ کے متعلق زبان درازی کی جرأت نہ رہے۔ جب کوئی حملہ کرتا ہے تو یہی سمجھ کر کہ دفاع کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ واقف کے سامنے اسلئے کوئی حملہ نہیں کرتا کہ وہ دفاع کردیگا۔ پس سارے ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے واقف کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کے لئے بہترین طریق یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم شعبوں کو لے لیا جائے اور ہر سال خاص انتظام کے تحت سارے ہندوستان میں ایک ہی دن ان پر روشنی ڈالی جائے تا کہ سارے ملک میں شور مچ جائے اور غافل لوگ بیدار ہو جائیں۔''

{تقریر جلسہ سالانہ 1937ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم صفحہ-39}

چنانچہ حضورؓ کی کوششوں کے نتیجہ میں 17 جون 1928ء کو ہندوستان کے طول وعرض میں پہلی بار جلسہ ہائے'' سیرۃ النبیؐ'' کا انعقاد عمل میں آیا اور یہ تمام جلسے بہت کامیاب رہے۔ غیر بھی اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ

سکے۔ چنانچہ اخبار مشرق کا ایک حوالہ ھدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ:-

”ہندوستان میں یہ تاریخ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اس لئے کہ اس تاریخ میں اعلیٰ حضرت آقائے دو جہاں سردارِ کون ومکاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کسی نہ کسی پیرایہ میں مسلمانوں کے ہر فرقے نے کیا۔ اور ہر شہر میں یہ کوشش کی گئی کہ اوّل درجے پر ہمارا شہر رہے ۔۔۔۔ بہرحال 17 رجون کو جلسے کی کامیابی پر ہم امام جماعتِ احمدیہ جناب مرزا محمود احمد صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اگر شیعہ وسُنّی اور احمدی اسی طرح سال بھر میں دو چار مرتبہ ایک جگہ جمع ہو جایا کریں گے تو پھر کوئی قوّت اسلام کا مقابلہ اِس ملک میں نہیں کر سکتی۔“

(اخبار ”مشرق“، گورکھپور 21 رجون 1928 وتاریخ احمدیت جلد-5 صفحہ 37-36)

قارئین! دیکھیں کہ المصلح الموعودؓ کو اپنے آقا حضرت محمدؐ سے کس قدر والہانہ عشق تھا کہ کسی بھی قیمت پر اپنے پیارے کی بے حُرمتی اور اسکی شان میں گستاخی بھی برداشت نہیں تھی لیکن اس پیارے کے عشق کے تمام تقاضوں کا پورا پورا علم تھا اور مکمل ادراک بھی۔ تبھی تو ایسا عمدہ طریقہ نکالا کہ اس محبوبِ خدا سے عشق کا اس سے بہتر کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔ اور یہ اجلاس بعد میں بھی کئی سال تک کئے گئے اور آج تک جماعت احمدیہ کی طرف سے ہر ملک اور ہر شہر میں کئے جا رہے ہیں۔ آپؓ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدا اور اسکے رسولؐ کے عشق میں مخمور گزارا اور ہر خوشی اور غمی میں اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ یاد رکھا۔ اپنی ایک نظم میں آپؓ نے تحریر فرمایا:-

محمدؐ پر ہماری جان فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
خبر لے اے مسیحا دردِ دل کی
تیرے بیمار کا دم گُھٹ رہا ہے
میرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمدؐ
مرے دل کا یہی اِک مدعا ہے
اسی کے عشق میں نکلے مری جاں،
کہ یادِ یار میں بھی اِک مزا ہے
مجھے اس بات پر ہے فخر محمودؔ،
میرا معشوق محبوبِ خدا ہے

ان اشعار سے ہی اندازہ لگالیں کہ حضورؓ کو اپنے آقاؐ سے کس حد درجہ کی محبت تھی۔ اور اپنے آقا سرورِ کائناتؐ کے عشق کی جو جوت آپؓ کے دل میں جل رہی تھی اُسکا کس قدر حسین نقشہ آپؓ نے اپنے ان اشعار میں کھینچا ہے۔ ہمارے اس پیارے امام اور خلیفہ کی یہ خواہش ہمیں ہمیشہ کے لئے پلے باندھ لینی چاہئے کہ ہمارا بھی ایک ایک ذرہ اسی خاتم الانبیاءؐ کی عزت و ناموس کی حفاظت میں اور اسی کے عشق میں فنا ہو جائے۔ ایک اور جگہ تفسیر کبیر جلد پنجم میں سورۃ طٰہٰ کی آیت 25 تا 33 کی تشریح میں بیان فرماتے ہیں:-

”کتنا عظیم الشان فرق ہے مسیحؑ میں اور میرے آقاؐ میں۔ وہ ساری رات یہ دعائیں مانگتا رہا کہ ”اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے“ (متی باب 26 آیت 39) مگر پھر بھی اسکو لوگوں نے خدا بنا دیا۔ وہ صرف دو گھنٹے صلیب پر لٹکا رہا اور اتنے عرصے میں ہی خدا سے شکایت کرنے لگا کہ ”اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا“ (متی باب 27 آیت 47) مگر میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے دشمن کے نرغہ میں گھر گیا جو دو طرف پہاڑیوں پر چڑھا ہؤا تھا۔ اور دونوں طرف سے اس پر تیر اندازی کر رہا تھا۔ اور اُس کے ساتھی ایک فریب میں آکر بھاگ گئے تھے۔ مگر پھر بھی وہ خدا سے مایوس نہیں ہؤا۔ اور پھر بھی اس نے یہی کہا کہ میں انسان ہوں خدا نہیں۔ کیسی اندھی ہے وہ دنیا جو اِن واقعات کے بعد بھی مسیحؑ کو آسمان پر چڑھاتی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین میں دفن کرتی ہے۔ اگر آسمان پر کوئی چڑھ سکتا تھا تو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اگر زمین میں دفن ہونے کا کوئی مستحق تھا تو مسیح ناصری۔ مگر یہ طاقت اللہ ہی کو ہے کہ وہ لوگوں کو آنکھیں دے کہ وہ ہر ایک کا مقام پہچانیں۔“

{تفسیر کبیر جلد_5 صفحہ 422}

آخر پر دُعا ہیکہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں حضورِ پاک ﷺ سے عشق و محبت کی وہ جوت جلائے جو کسی بھی مخالفت کی آندھی کے بجھائے نہ بجھے اور حضرت مصلح موعودؓ کے عشقِ رسولِ عربی کے نمونے کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضورؓ کے ایک شعر پر مضمون کو ختم کرتا ہوں آپؓ فرماتے ہیں کہ:-

دیکھ لینا ایک دن خواہش بر آئیگی میری
میرا ہر ذرّہ محمدؐ پر فدا ہو جائیگا

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ
کا
نوجوانان احمدیت کے نام پیغام

ہر قوم کی زندگی اس کے نوجوانوں سے وابستہ ہے۔ کس قدر ہی محنت سے کوئی کام چلایا جائے اگر آگے اس کے جاری رکھنے والے لوگ نہ ہوں تو سب محنت غارت جاتی ہے اور اس کام کا انجام ناکامی ہوتا ہے۔ گو ہمارا سلسلہ روحانی ہے، مگر چونکہ مذکورہ بالا قانون بھی الٰہی ہے اس لئے وہ بھی اس کی زد سے بچ نہیں سکتا۔ پس اس کا خیال رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہم پر واجب ہے کہ آپ لوگوں کو ان فرائض پر آگاہ کر دیں جو آپ پر عائد ہونے والے ہیں اور ان راہوں سے واقف کر دیں جن پر چل کر آپ منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں اور آپ پر فرض ہے کہ آپ گوش ہوش سے ہماری باتوں کو سنیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں تا خدا تعالیٰ کی طرف سے جو امانت ہم لوگوں کے سپرد ہوئی ہے اس کے کماحقہٗ ادا کرنے کی توفیق ہمیں بھی اور آپ لوگوں کو بھی ملے۔ اس غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے مندرجہ ذیل نظم لکھی ہے جس میں حتی الوسع وہ تمام نصیحتیں جمع کر دی ہیں جن پر عمل کرنا سلسلہ کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ گو نظم میں اختصار ہوتا ہے مگر یہ اختصار ہی میرے مدعا کے لئے مفید ہے۔ کیونکہ اگر رسالہ لکھا جاتا تو اس کو بار بار پڑھنا وقت چاہتا جو ہر شخص کو میسر نہ ہوسکتا۔ مگر نظم میں لمبا مضمون تھوڑی عبارت میں آجانے کے باعث ہر ایک شخص آسانی سے اس کا روزانہ مطالعہ بھی کر سکتا ہے اور اس کو ایسی جگہ بھی لٹکا سکتا ہے جہاں اس کی نظر اکثر اوقات پڑتی رہے اور اس طرح اپنی یاد کو تازہ رکھ سکتا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ بعض باتیں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں مگر ان کے اثر بڑے ہوتے ہیں۔ پس اس میں لکھی ہوئی کوئی بات چھوٹی نہ سمجھو اور ہر ایک بات پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ تھوڑے ہی دن میں اپنے اندر تبدیلی محسوس کرو گے اور کچھ ہی عرصہ کے بعد اپنے آپ میں اس کام کی اہلیت پیدا ہوتی دیکھو گے جو ایک دن تمہارے سپرد ہونے والا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا یہی فرض نہیں کہ اپنی اصلاح کرو بلکہ یہ بھی فرض ہے کہ اپنے بعد میں آنے والی نسلوں کی بھی اصلاح کی فکر رکھو اور ان کو نصیحت کرو کہ وہ اگلوں کی فکر رکھیں اور اسی طرح یہ سلسلہ ادائے امانت کا ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتا چلا جائے تا کہ یہ دریائے فیض جو خدا تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا ہے ہمیشہ جاری رہے اور ہم اس کام کے پورا کرنے والے ہوں جس کے لئے آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد پیدا کی گئی ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اللّٰھُمَّ آمین۔ (مشعلِ راہ جلد چہارم صفحہ نمبر 46)

خاکسار
مرزا محمود احمد
خلیفة المسیح الثانی

نظم۔ (کلام حضرت مصلح موعودؓ)

نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تا کہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو
جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو
خدمت دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو
رغبت دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصہ احکام نہ ہو
عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیّرِ الہام نہ ہو
دشمنی ہو نہ محبانِ محمد سے تمہیں
جو معاند ہیں تمہیں اُن سے کوئی کام نہ ہو
اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تا کہ تمہیں شکوہ ایام نہ ہو
تم مدبر ہو کہ جرنیل ہو یا عالم ہو
ہم نہ خوش ہوں گے کبھی تم میں گر اسلام نہ ہو

حضرت مصلح رضی اللہ عنہ کی خدمت اسلام - مختصر جائزہ

عطاء المجیب لون استاذ جامعہ احمدیہ قادیان و ایڈیٹر رسالہ مشکوٰۃ

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکِیْنَ o (سورہ توبہ : 33)

ترجمہ:: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے خواہ مشرک ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی خصوصًا آپؓ کی خلافت کا باون سالہ دور ایسے عظیم الشان کارہائے نمایاں سے معمور ہے کہ ان کا ذکر مختصر صفحات میں کرنا ناممکن اور محال امر ہے۔اس لئے بجائے اس کے کہ آخر میں کہوں، پیشگی طور پر یہ کہہ دیتا ہوں کہ ع

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بہر حال چند قطرے اس بے حد و بے کنار سمندر میں سے پیش کرنے کی کوشش کروں گا وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا سب سے اعلیٰ اور عظیم کارنامہ اسلام و احمدیت کی تبلیغ ہے۔اس سلسلہ میں آپ کے بچپن کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔

شیخ غلام احمد صاحب واعظ رضی اللہ عنہ ایک نومسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہوئے تھے، اُنہوں نے اخلاص و ایمان میں ایسی ترقی کی کہ نہایت عابد اور زاہد اور صاحبِ کشف و الہام بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔آپ فرماتے ہیں کہ :-

”ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔مگر جب میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص مسجد میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ مَیں نے تو یہی مانگا کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں کے سامنے اسلام کو زندہ کر کے دکھا اور یہ کہکر آپ اندر تشریف لے گئے۔“

(الفضل 16 فروری 1968ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 151)

یہ تھا وہ جذبہ اور جنون جو آپؓ کے دل میں اسلام کی اشاعت کے لئے موجزن تھا اور یہ جذبہ اور جنون آپ نے اپنے والد حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام سے ورثہ میں پایا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے اس جذبہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ :-

”میاں محمود میں اس قدر دینی جوش ہے کہ مَیں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔“

(الحکم 28 دسمبر 1939 بحوالہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون جولائی 2008)

آپؓ خود اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اندر بچپن سے یہ خواہش رچی بسی ہے کہ اسلام کے احیاء کا، اسلام کی تبلیغ کا جو کام بھی ہو وہ میرے ذریعہ سے ہو۔مَیں دعائیں کرتا تھا کہ اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو پھر اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں۔

(بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 54)

پھر آپ کی زندگی کے تمام سنہری اور زریں کارہائے نمایاں کے عوامل میں سے آپ کے اُس مقدس عہد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعش مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر کیا تھا اس کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں :-

آپؑ کی وفات کے بعد (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد - ناقل) معًا بعد لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہوگا۔انسان انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا موجود تھا یہ تو اب فوت ہو گیا، اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ جب ......اس طرح بعض لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور مَیں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہوگا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت 19 سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ :-

”اَے خدا مَیں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ تُو نے نازل فرمایا ہے مَیں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔“

اس عہد کے بارے میں آپؓ فرماتے ہیں کہ:-

”میرے جسم کا ہر ذرّہ اس عہد میں شریک تھا اور اس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور ارادے کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔“

(الفضل 21 جون 1944ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 178، 179)

یہ عظیم اور مقدس عہد آپؓ کی زندگی میں اور آپ کے تمام کارہائے نمایاں کے سلسلہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا نے اپنے اشعار میں اس عہد کا یوں ذکر کیا ہے:-

اک جواں منحنی اُٹھا بعزم استوار
اشکبار آنکھیں لبوں پر عہد راسخ دل نشیں
شوکتِ الفاظ بھرائی ہوئی آواز میں
کرب و غم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
مَیں کروں گا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی
مَیں تیری تبلیغ پھیلا دوں گا بر روئے زمیں
زندگی میری کٹے گی خدمتِ اسلام میں
وقف کر دوں گا خدا کے نام پر جانِ حزیں

یہ تھے وہ عظیم عزائم اور ارادے جو آپ کے دل میں تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام اور احمدیت کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے موجزن تھے۔

یہ تبلیغ اسلام کا سلسلہ جو آپ کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ہی تشحیذ الاذہان کے اجرا کی صورت میں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانے میں الفضل کے اجرا کی صورت میں ظاہر ہو چکا تھا۔خلافت پر متمکن ہونے کے ساتھ ہی آپ نے اپنے عروج تک پہنچایا۔

1914ء میں 25 سال کی عمر میں آپ کو خلیفۃ المسیح منتخب کیا گیا اور جماعت کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے سپرد کی۔دنیا کی نظر میں ایک کم عمر نوجوان، ناتجربہ کار اور دنیوی اعتبار سے علمی لیاقت نہ رکھنے والے کے کندھوں پر یہ بھاری بارِ امامت ڈال دیا گیا۔بعض نے خیال کیا اور برملا اس کا اظہار بھی کیا کہ اب اس جماعت کا شیرازہ بکھر جائے گا کیونکہ اس کی باگ ڈور ایک بچے کے سپرد کر دی گئی ہے لیکن بقول حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز :

”اُسی بچے نے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا اور تمام دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کو بھی پورے کرنے والے ہو گئے کہ مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔“

(مشعل راہ جلد 5 حصہ دوم صفحہ 12 بحوالہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون جولائی 2008)

خلافت پر متمکن ہونے کے ساتھ ہی آپؓ بچپن سے اپنے دل میں موجزن جذبے کو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعش مبارک کے سرہانے کئے ہوئے عہد کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا۔آپؓ کے تمام کارہائے نمایاں کا مرکز اور محور یہی تبلیغ اسلام کا عظیم الشان کام تھا۔اشاعت قرآن کے سلسلہ میں تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر کی تصنیف ہو یا فضائل القرآن کے موضوع پر تقاریر کا سلسلہ۔تینوں انجمنوں کا قیام اور ان میں مضبوطی ہو یا ذیلی تنظیموں کا منظّم قیام، مدرسہ احمدیہ کے قیام کے لئے مستحکم جدّ و جہد ہو یا جماعت کے بچوں، نوجوانوں اور مستورات کی تعلیم و تربیت کے لئے مختلف درسگاہوں کا قیام ہو۔یہ تمام کارہائے نمایاں الگ الگ طور پر عظیم الشان کام کی حیثیت

رکھتے ہیں اور اتنے وسیع اور پھیلے ہوئے اور لامتناہی کام ہیں کہ تاریخ احمدیت کے ہزاروں صفحات ان کے ذکر پر مشتمل ہیں۔

لیکن ان تمام کاموں کا محور اور ملجاء اور ماؤی صرف اور صرف ایک کام تھا اور وہ تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام کا کام تھا۔

پس حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی متحرک اور خدمات دینیہ سے بھرپور زندگی کے لئے اگر صرف ایک جامع عنوان دینا ہو تو وہ ہے ''اشاعت اسلام''

خلافت پر متمکن ہوتے ہی آپؓ نے اپنے دل میں موجزن جذبہ اور مقدس عہد کو بروئے کار لانا شروع کیا اور اپنی خواہش کا اظہار ان الفاظ میں کیا :-

'' کاش میں اپنی موت سے پہلے دنیا کے دُور دراز علاقوں میں احمدیت روشن دیکھ لوں وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز ۔'' (رسالہ کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے، بحوالہ الفرقان فضل عمر نمبر دسمبر 65ء و جنوری 66ء صفحہ 42)

'' اللہ تعالیٰ نے اس کام کو پورا کرنے کے لئے میرے دل میں ڈالا ہے کہ میں اب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے خاص جدوجہد کروں۔''

(اعلان ضروری صفحہ 8 بحوالہ ایضاً الفرقان)

آپ اپنی پوری زندگی خطبات و خطابات ، پیغامات اور تحریکات کے ذریعہ احباب جماعت کو تبلیغ اسلام کے لئے اُبھارتے رہے ۔ بے شمار مواقع پر مختلف پیرایوں میں آپ نے احباب جماعت کے سامنے وقف کی تحریکات رکھیں جن پر جماعت نے لبیک کہا اور ان کاوشوں اور کوششوں کے مؤثر نتائج ظاہر ہوئے۔

تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام کے لئے آپ نے وقف کی مختلف مواقع پر جو بے شمار تحریکات کیں اس کا عملی نمونہ آپ نے اس طرح پیش فرمایا کہ :

''میرے تیرہ لڑکے ہیں اور تیرہ کے تیرہ دین کی خدمت کے لئے وقف ہیں ۔'' (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 19-25 فروری 2010)

آپ کی تحریکات پر جماعت کے سینکڑوں نوجوانوں نے اپنی زندگی کے نذرانے پیش کردیئے اور ہندوستان کے علاوہ آپ کے دور میں 164 واقف زندگی مجاہدین نے دیار غیر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا ان میں ایسے خوش نصیب بھی تھے جنہوں نے اس راہ میں قید و بند کی صعوبتیں مردانہ وار برداشت کیں اور تبلیغ کے جہاد سے فائز المرام ہوکر لوٹے ان میں سے کچھ ایسے خوش قسمت بھی تھے جنہوں نے اسی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کردیا اور دُور دراز ملکوں کی سرزمین اوڑھ کر ہمیشہ کے لئے سو گئے ۔ ایشیا، افریقہ، امریکہ وغیرہ کے 46 ممالک میں تبلیغی مراکز قائم ہوئے اور سینکڑوں مساجد کی تعمیر ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل عیسائی منادسارے ہندوستان کو عیسائی بنانے کا عزم لیکر نکلے تھے اور مرکز اسلام خانہ کعبہ پر تثلیث کا پرچم لہرانے کا دعویٰ کررہے تھے لیکن ان کے اس دعویٰ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواب غفلت کی طرح توڑ دیا اور اس عظیم الشان رنگ میں اسلام کا دفاع کیا کہ مولانا اشرف علی تھانوی بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ:

'' اس نے نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ اس کا پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا اس نے ہندوستان سے لیکر ولایت تک پادریوں کو شکست دی۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن از مولانا تھانوی صفحہ 23)

حضرت مصلح موعود اسی مسیح برحق کے مثیل اور موعود بیٹے تھے انہوں نے بھی اسلام کو ہی غالب کرنا تھا اور کیا۔ آپ کے تبلیغ اسلام کے لئے کئے گئے عظیم کارنامے ہی تھے کہ عیسائی مشنریوں کو اپنا وجود معرض خطر میں محسوس ہوا۔ چنانچہ ایک عیسائی مصنف ایس جی ولیم سن پروفیسر غانا یونیورسٹی کو اپنی کتاب Christor Mohammad میں کہنا پڑا کہ:-

'' یہ خوشکن توقع کہ گولڈ کوسٹ جلد ہی عیسائی بن جائے گا اب معرض خطر میں ہے اور یہ خطرہ ہمارے خیال کی وسعتوں سے کہیں زیادہ عظیم ہے کیونکہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد احمدیت کی طرف کھنچی چلی جارہی ہے۔''

چنانچہ احمدیت کے اشد ترین مخالف جو کہ مسلمان تھے وہ بھی اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

لاہور کے ہفت روزہ اخبار ''رضا کار'' نے یکم مئی 1960ء کی اشاعت میں نوائے وقت کے نمائندہ حفیظ ملک کا مراسلہ زیرعنوان'' افریقہ میں تبلیغ اسلام'' نقل کرکے لکھا :-

'' محترم حفیظ ملک صاحب نے اپنے مراسلہ میں احمدی مبلغین اور عیسائی مشنریوں کی افریقہ میں تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے اور اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ احمدی مبلغین کس طرح عیسائی مشنریوں کا سرتوڑ مقابلہ کرکے لاکھوں افریقیوں کو احمدی بنارہے ہیں۔''

(بحوالہ الفرقان، فضل عمر نمبر دسمبر 65ء و جنوری 66ء صفحہ 42)

مصر کے اشد ترین مخالف اخبار '' الفتح '' کے ایڈیٹر نے 1351ھ میں لکھا :-

'' قادیانی لوگ بہت بڑھ چڑھ کر کامیاب ہیں کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پُرحکمت باتیں ہیں جو شخص بھی ان لوگوں کے حیرت زا کارناموں کو دیکھے گا وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان بھی نہیں کرسکے۔'' (الفتح 2 جمادی الثانی 1351ھ القاہرہ، بحوالہ الفرقان ایضاً)

غلبہ اسلام کے ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دل میں ملت اسلام کے لئے دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے ہمدردی اور فلاح و بہبود کے عظیم جذبات بھی موجزن تھے۔ آپ کا دل مسلمانوں کے تنزل اور پستی کو کبھی بھی برداشت نہیں کرتا تھا اس لئے جب بھی آپ مسلمانوں کے اُوپر کسی بھی جگہ ظلم ہوتا دیکھتے تو آپ کا دل تڑپ اُٹھتا تھا اور آپ فوری طور پر اس ظلم کے خلاف اقدامات کرنے کی کاروائی شروع کردیتے تھے۔

جنگ عظیم اوّل کے بعد ترکی کی خلافت کا جو حشر ہوا اس کے بچاؤ کے لئے تمام مسلمانوں نے اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں نے بڑی جدوجہد کی اور ہنگامہ خیز کاروائیاں کیں۔ آپؓ سے بھی اس سلسلہ میں مشورے طلب کئے گئے اس موقعہ پر آپ نے جو راہنمائی کی وہ اکثر قائدین کے خیالات کے برعکس ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کی گئی ۔ یہ قائدین جو تحریک خلافت چلا رہے تھے وہ ترکی کے سلطان کو عالم اسلام کے خلیفہ کی صورت میں پیش کررہے تھے لیکن آپؓ نے جو رائے ظاہر کی تھی وہ یہ تھی کہ :-

'' اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام عالم اسلام ترکوں کے مستقبل کی طرف افسوس اور شک کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ان کی حکومت کا مٹا دینا یا ان کے اختیارات کو محدود کردینا ان کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچائے گا مگر اس کی یہ وجہ بیان کرنا کہ سلطان ترکی خلیفۃ المسلمین ہیں درست نہیں کیونکہ بہت سے لوگ ان کو خلیفۃ المسلمین نہیں مانتے مگر پھر بھی ان سے ہمدردی رکھتے ہیں۔''

(بحوالہ مضمون ڈاکٹر مرزا سلطان احمد از الفضل انٹرنیشنل 22 تا 28 جنوری 2010 صفحہ 11، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 371 تا 381)

یہ وہ رائے تھی جو حقیقی خلیفۃ المسلمین کی رائے اور ایک حقیقی مصلح کی رائے تھی لیکن اکثریت نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ سے صحیح طرز عمل کو بروئے کار لایا نہیں جاسکا بلکہ اس تحریک کی سمتیں ہی بدلنے لگیں اور بالآخر نتیجہ اُلٹ نکلا ۔ نہ صرف یہ کہ ترکی نے اپنی سلطنت میں شامل تمام ممالک میں اپنا عمل دخل کھو دیا بلکہ عثمانی خلافت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ جس سلطان وحید الدین کو خلیفۃ المسلمین مانا جارہا تھا اس کو معزول کیا گیا اس نے اپنی زندگی کے آخری ایام اٹلی میں اس حال میں گزارے کہ ان سے ملنے تک کوئی نہیں گیا اور ان کو بے

یارومددگار چھوڑ دیا گیا۔

بہر حال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی آراء اور تجاویز پر غور کیا جاتا، آپؓ کے دل میں موجزن اسلام اور مسلمانوں کے حقیقی درد کو پہچاننے کی کوشش کی جاتی تو اس تحریک کا نتیجہ ہی کچھ اَور ہوتا۔

اس جگہ مختصرً ا اس تحریک کا ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جب بھی اسلام یا مسلمانوں کی حالت کسی بھی موقعہ پر تنزل پذیر دیکھتے تو آپ کی خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ جوش مارتا تھا اور آپ بے قرار ہوکر اس کے سدِّ باب کی کوشش میں لگ جاتے تھے اور اسلام کے جھنڈے کو سربلند رکھنے کے لئے کوئی بھی کوشش یا اقدام کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں آپؓ نے ایک خاص تجویز مسلمانوں اور قائدین کے سامنے تبلیغ اسلام کی بھی پُرزور طریق سے اس طرح بیان فرمائی کہ:-

"اُٹھو اور اپنے جوشوں کے پانی کو یونہی زمین پر بہنے دینے کی بجائے تبلیغ اسلام کی نہر کے اندر محدود کردو تا ان کا کوئی فائدہ ہو اور ان سے کام لیا جاسکے۔ پانی جب سطح زمین پر بہہ جاتا ہے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا لیکن وہی پانی جب نہر کی شکل میں بند کر دیا جاتا ہے تو اس سے ہزاروں ایکڑ زمین سیراب کی جاسکتی ہے اور آبشاریں بنا کر اس سے بجلی نکالی جاسکتی ہے۔ پس اے احباب کرام! ملک کے جوش کو بیہودہ طور پر ضائع نہ ہونے دو بلکہ اس سے اسلام کی ترقی کے لئے کام لو اور پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کی نصرت کس طرح نازل ہوتی ہے اور اسلام کے جلال کو دنیا پر ظاہر کرتی ہے۔"

(الفضل 7 جون 1920ء صفحہ 8-7، بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 494)

پھر اسلام کے لئے غیرت دکھانے کا ایک اور موقع اس وقت آیا جب ندوۃُ العلما علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اردگرد بسنے والے ملکانہ راجپوت مسلمانوں کو شُدھ کر کے اسلام سے منحرف کیا جانے لگا۔ اور پھر شدھی کی اس تحریک کو سارے ہندوستان میں پھیلا دینے کا عام بگل بجا دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں شور، آہ و بکا پیدا ہوگیا۔ چنانچہ مختلف مسلمان فرقوں کی طرف سے متعدد مہمات کا آغاز کیا گیا۔

ملت کا یہ فدائی بھلا کیسے اس پُرآشوب زمانے میں خاموش بیٹھا رہ سکتا تھا۔ چنانچہ آپؓ نے اس فتنہ ارتداد کے سدِّ باب کے لئے اپنی سکیم 7 مارچ 1923 کو جماعت کے سامنے رکھی اور پھر پچاس ہزار روپے اس تحریک کو روکنے میں خرچ کرنے کے لئے جمع کرنے کا اعلان بھی کیا اور ایسے حالات میں کیا جبکہ جرمن میں تبلیغ اسلام کے لئے تعمیر مسجد برلن کی سکیم پیش فرما چکے تھے اور احمدی خواتین کو 50 ہزار روپے کی خطیر رقم اس مسجد کی تعمیر کے لئے اپنے ذرائع سے پیش کرنے کی تحریک فرما چکے تھے اور 1922ء کی مجلس مشاورت کی رپورٹ یہ بتاتی تھی کہ پانچ پانچ ماہ کارکنان کو تنخواہیں نہیں ملیں۔ وسائل کی کمی تھی اور کئی لوگوں کو کئی کئی دن فاقہ ہوتا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ان حالات میں ملکانہ جہاد کے لئے جماعت سے پچاس ہزار روپے کی رقم کا مطالبہ کرنا کیا قیمت و مقام رکھتا ہے بخوبی واضح ہے۔

چنانچہ دنیا نے یہ عجیب معجزہ دیکھا کہ فاقہ کشوں کی اس جماعت نے اسلام کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی اور قربانی کے ہر مطالبہ پر پہلے سے بڑھ کر جوش اور صدق دکھایا۔ یقیناً خدا تعالیٰ کا فضل تھا لیکن یہ فضل حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ آپؓ کے دل میں اس تحریک کے خلاف جو مصمم عزم تھا وہ اس بات سے بھی بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ 1923ء کی مجلس مشاورت کے موقع پر آپ نے فرمایا :-

"میرا اندازہ ہے کہ اس وقت میری جماعت کی کل جائیداد کی قیمت کا اندازہ دو کروڑ روپیہ کے قریب ہوگا۔ میری جماعت یہ سب املاک و جائیداد اس تحریک شدھی کے قربان کرنے سے دریغ نہ کرے گی۔

(بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 319)

چنانچہ آپ نے مجاہدین کا انتخاب فرما کر مختلف گروہوں میں ان کو بانٹ دیا ہر گروہ کا ایک امیر مقرر کیا اور ان سب پر مکرم چودھری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور کڑی ہدایات کے ساتھ میدان تبلیغ میں روانہ کیا گیا۔ ان کو بتایا گیا کہ اگر کھانا میسر نہ آئے تو چنے چبا کر اور اگر چنے بھی میسر نہ آئیں تو درختوں کے پتے کھا کر زندگی کا رشتہ قائم رکھنا لیکن مقامی باشندوں سے مانگ کر کھانے کا خیال بھی دل میں نہ لانا۔ آپ نے فرمایا کہ بعض اوقات کبھی بھوکے، کبھی پیاسے کبھی دھوپ میں اور کبھی سردی میں، کبھی ننگے پاؤں اور کبھی پھٹے پُرانے کپڑے پہن کر کبھی اپنا سامان اٹھاتے ہوئے کبھی دوسروں کا، تمہیں دنوں، ہفتوں، مہینوں گزر اوقات کرنا پڑے گی۔ فقیرانہ گاؤں گاؤں پھر کر اپنے غلطی خوردہ بھائیوں کو دوبارہ اسلام کی طرف بلانا ہوگا۔

پس یہ مجاہدین اپنے آقا کی ان ہدایات کو حرزِ جان بنا کر میدان تبلیغ میں کود پڑے اور ہر قسم کی تکالیف اور مصائب کو برداشت کر کے اس تحریک شدھی کی کایا پلٹ دی اور بے لوث خدمات سرانجام دیکر مسلمانوں کو دوبارہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل کیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح ان مجاہدین کی قیادت کی اور ہر میدان میں مظفر و منصور ہوئے۔

اس مضمون پر قلم اٹھاتے ہوئے اخبار "زمیندار" نے اپنی 24 جون 1923ء کی اشاعت میں لکھا :-

"جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آچکے ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ مسلمانان جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار اور کمر بستگی، نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھادی۔"

(بیان شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور)

اخبار 'مشرق' گورکھپور نے اپنی اشاعت 29 مارچ 1923ء میں اس حقیقت کا یوں اعتراف کیا :-

"جماعت احمدیہ کے امام و پیشوا (حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ - ناقل) کی لگا تار تقریروں اور تحریروں کا اثر ان کے تابعین پر بہت گہرا پڑا اور اس جہاد میں اس وقت سب سے آگے یہی فرقہ نظر آتا ہے۔ اور باوجود اس بات کے کہ احمدی فرقہ کے نزدیک اس گروہ نو مسلم کی تائید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس فرقے سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا مگر اسلام کا نام لگا ہوا تھا اس لئے اس کی شرم سے امام جماعت احمدیہ کو جوش پیدا ہوگیا ہے اور آپ کی بعض تقریریں دیکھ کر دل پر بہت ہیبت طاری ہوتی ہے کہ ابھی خدا کے نام پر جان دینے والے موجود ہیں اور اگر ہمارے علماء کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ جماعت احمدیہ اپنے عقائد کی تعلیم دے گی تو وہ اپنی متفقہ جماعت میں ......ایسا خلوص پیدا کر کے آگے بڑھیں کہ ستّو کھائیں او چنے چبائیں اور اسلام کو بچائیں۔ جماعت احمدیہ کی عالی حوصلگی اور ایثار کی تعریف کے ساتھ ہم مسلمانوں کو ایسے ایثار کی غیرت دلاتے ہیں"

صرف مسلمانوں کے اخبارات ہی نہیں بلکہ ہندوؤں کے اخبارات بھی احمدی مبلغین کے جوش کا ذکر کرتے رہے اور اس کی داد دیتے رہے

غرض اس طرح سے اس اولوالعزم خلیفہ کی قیادت میں یہ عظیم الشان معرکہ سر ہوا اور اسلام اور احمدیت کا بول بالا ہوا۔

پھر تبلیغ اسلام کا ایک سنہری موقع آپؓ کو 1924ء میں اس وقت ملا جب آپؓ کو ویمبلے کانفرنس لندن کے منتظمین نے بنفس نفیس شامل ہونے کی درخواست کی اور آپ نے احباب جماعت کے مشورہ سے اس کانفرنس میں شمولیت کا ارادہ بنالیا۔ چنانچہ 15 جولائی 1924ء کو آپ لندن کے لئے روانہ ہوئے۔ اسی سفر کے دوران آپ مختلف مقامات کے ساتھ ساتھ دمشق میں بھی قیام پذیر ہوئے اور یہ پیشگوئی کہ : يَنْزِلُ عِنْدَ مَنَارَةِ الْبَيْضَاءَ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ ظاہری رنگ میں بھی آپ کے ذریعہ پوری ہوئی۔

اس سفر میں برطانوی پریس کے غیر معمولی ذکر و چرچے کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک متعصب رومن کیتھولک اخبار کو لکھنا پڑا کہ :

'' سارا برطانوی پریس کسی سازش کا شکار ہوگیا ہے۔''

اس سفر کے دوران ایک دلچسپ واقعہ جو اسلام کی فتح کا ضامن ہے یوں ہوا کہ روم میں قیام کے دوران آپ نے پوپ کو لکھا کہ تم عیسائیت کے پہلوان اور مَیں اسلام کا پہلوان ہوں۔ مجھے ملاقات کا موقع دو تا کہ بالمشافہ اسلام اور عیسائیت کے متعلق بات ہوسکے۔ لیکن پوپ کے سیکرٹری کی طرف سے آپ کو چٹھی ملی کہ پوپ صاحب کی طبیعت خراب ہے اس لئے وہ مل نہیں سکتے۔ انہی دنوں اٹلی کے اخبار کے ایک ایڈیٹر آپ سے ملنے آئے جس اخبار کے وہ ایڈیٹر تھے اس کے دن میں بارہ ایڈیشن نکلتے تھے۔ چنانچہ اس کے ایڈیٹر نے آپؓ سے کہا کہ یہ اچھا موقع ہے آپ پوپ سے ملاقات کی کوشش کریں ہمیں مسلمانوں کے لیڈر کے خیالات سننے کا موقع مل جائے گا اور بالمقابل عیسائیوں کے لیڈر کے خیالات سننے کا بھی موقع مل جائے گا۔ آپؓ نے فرمایا کہ مَیں نے اس سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن جواب آیا کہ پوپ صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس پر یہ ایڈیٹر کہنے لگا آپ ایک دفعہ پھر انہیں میری خاطر لکھیں۔ چنانچہ اس کے کہنے پر آپ نے پھر لکھا تو پوپ صاحب کے چیف سیکرٹری کی طرف سے جواب آیا کہ پوپ کا محل آج کل زیر مرمت ہے اس لئے افسوس ہے کہ وہ ملاقات نہیں کرسکتے۔ دو چار دن بعد ایڈیٹر پھر ملنے کے لئے آیا اور دریافت کیا تو آپؓ نے اس کو چٹھی دکھادی اس پر اس کو بڑا غصہ آیا اور کہنے لگا اب میں اخبار میں اس کی خبر لوں گا۔ چنانچہ دوسرے دن اس نے اخبار میں ایک بڑا مضمون لکھا اور ساری تفصیلات لکھنے کے بعد طنزاً لکھا کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ اب پوپ کا محل قیامت تک زیر مرمت ہی رہے گا۔

(خطبہ جمعہ 23/اگست 1957ء، بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 71)

ویمبلے کانفرس کے لئے حضور نے اسلام کی برتری اور حقانیت کے متعلق جو معرکۃ الآراء مضمون تیار فرمایا وہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نام سے شائع شدہ ہے۔ چونکہ یہ مضمون مجوزہ وقت سے لمبا تھا اس لئے حضور نے ایک مختصر مضمون تیار فرمایا جو کہ Ahmadiyya Movement کے نام سے شائع شدہ ہے۔ یہ مضمون حضور کے ارشاد پر حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاب نے پڑھا۔ حضور خود بھی کانفرنس میں موجود تھے۔

ایک مشہور فرانسیسی عالم جو مذاہب کے تقابلی مطالعہ میں مہارت رکھتے تھے یہ مضمون سن کر بے ساختہ کہنے لگے :

" well put, well arranged, well dealt."

اکثر حاضرین کی زبان پر یہ تھا :

" Rare adresses, one can not hear such adresses every day "

'' ایک نادر خطاب، ایسے اچھوتے مضامین ہر روز سننے میں نہیں آتے۔''

برطانوی پریس میں اس مضمون کا بطور خاص چرچا ہوا صرف ایک اخبار کا تبصرہ پیش کیا جاتا ہے۔

مانچسٹر گارڈین نے 24 ستمبر 1924ء کی اشاعت میں لکھا :-

'' آپ نے اپنے مضمون کو جس میں زیادہ تر اسلام کی حمایت اور تائید تھی ایک پُر جوش اپیل کے ساتھ ختم کیا جس میں انہوں نے حاضرین کو اس نئے مسیح ......(مسیح موعودؑ - ناقل) کو قبول کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس پرچے کے بعد جس قدر تحسین وخوشنودی کا چیرز (Cheers) کے ذریعہ اظہار کیا گیا اس سے پہلے کسی پرچہ پر ایسا نہیں کیا گیا۔''

(بحوالہ الفضل 18 نومبر 1924ء، بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 80)

کانفرنس کے پریزیڈنٹ نے اپنے ریمارکس میں کہا کہ :-

'' اس سلسلہ (احمدیہ)......کا پیدا ہونا ثابت کرتا ہے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ ''

(الفضل 30 ستمبر 1924ء بحوالہ ایضاً)

اس طرح سے آپؓ کے مضمون نے مخالفین اسلام کو اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا قائل کردیا۔ علاوہ ازیں بعض تبصرہ کرنے والوں نے کہا کہ یہ موقع احمدیوں کے لئے ایک ٹرننگ پوائنٹ ہے اور یہ ایسی کامیابی ہے کہ ہزاروں پونڈ بھی خرچ کردیتے تو ایسی شہرت اور ایسی کامیابی کبھی نہ ہوتی جیسی کہ اس لیکچر کے ذریعہ سے ہوئی۔

یہ تھے وہ عظیم الشان کارنامے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تبلیغ اسلام کے لئے سرانجام دیئے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔

اَے فضلِ عمر تیرے اوصاف کریمانہ
یاد آ کے بناتے ہیں ہر رُوح کو دیوانہ
دشمن بھی پکار اُٹھے اسلام کی خاطر ہی
محمود نے دکھلائی جانبازئ پروانہ
اسلام کی مشعل کو دنیا میں کیا روشن
پھر تو نے اُجاگر کی سرگرمئ فرزانہ
یاں علم و عمل میں تھا اک پیکرِ عظمت تُو
اسلام کا شیدائی ، اللہ کا دیوانہ

آخر میں آپؓ کے متعلق پیش کئے گئے غیر از جماعت احباب کے دو تاثرات پیش کرتا ہوں۔

مولانا محمد علی جوہر اپنے تاثرات اپنے اخبار ''ہمدرد'' 26 ستمبر 1927ء میں یوں درج فرماتے ہیں :-

''ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کردی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ دور باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔''

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 614، بحوالہ ماہنامہ خالد مصلح موعود نمبر جون جولائی 2008ء)

ایک احمدی دوست ڈاکٹر لطیف احمد صاحب (سرگودھا) نے ایک لیبر لیڈر کی رائے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :-

'' ایک دفعہ ایک لیبر لیڈر میرے پاس آئے وہ ساری دنیا کا دَورہ کر کے آئے تھے اور اپنے سفر کے حالات سنا رہے تھے کہ میں امریکہ کے صدر نکسن سے بھی ملا، برطانیہ، فرانس اور جرمنی کے سربراہوں سے بھی ملاقات کی۔ چواین لائی کو بھی دیکھا۔ ان سب میں ماؤزے تنگ زے حیرت انگیز دماغی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس فقرہ کے بعد اچانک خاموشی چھا گئی اس کی نگاہیں ٹکٹکی باندھے ایک جانب دیکھ رہی تھیں، میں نے دیکھا کہ کانسپر پڑی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تصویر پر ان کی نگاہیں جمی ہیں جس کو غالباً شروع میں میرے گھر آ کر انہوں نے نوٹ نہیں کیا تھا۔ مَیں نے ان کی محویت توڑتے ہوئے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگے یہ سچ ہے کہ ماؤ زے تنگ زے عظیم شخصیت ہے لیکن حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد سے ان کی زندگی میں ایک بار ملاقات ہوئی جس کو تادم آخر نہ بھول سکوں گا۔ اس دماغ کا انسان رُوئے زمین پر نہ مل سکے گا۔ افسوس نادر روزگار ہستی بہت جلد ہم سے جدا ہوگئی۔''

(ملّت کا فدائی صفحہ 74، بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 552)

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

بقول محترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد اس پیشگوئی کے ایمان افروز ظہور کو دیکھ کر اور اس کی عالمگیر تاثیرات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد آج ہم اللہ کے فضل سے پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ؎

اب وقت آگیا ہے کہ کہتے ہیں حق شناش
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

....

قصیدہ

درمدح حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نتیجۂ فکر سید محمد شاہ صاحب سیفی منشی فاضل ساکن قصبہ بیج بہاڑہ تحصیل اسلام آباد کشمیر

(اُردو ترجمہ: ابن صدیق الپوروی اخوند جامعہ احمدیہ قادیان)

بباده گوی که مستم ز ساغر محمود — کُجا حریف که هستم سخنور محمود
مئے طهور که حرص وهوا کند کافور — لبسے پیاله کشیدیم از برمحمود
ازاں بعشق خدا ورسول اومستم — فراغم از توز ایثار وافر محمود
که اوست صاحب عزم کمال وفضل عمر — امام قوم و علمدار و افسر محمود
بشیردین ازکیٰ است و مصلح موعود — شجاع ملت بیضاو ناشر محمود
سرور قلب وجگر گوشه مسیح زماں — مطاع و مرشد و هادی ورهبر محمود
زقرب حق چو مُصبّغ ز صبغة الله شد — ازاں بدهر کسے نیست همسر محمود
برکشیده قبائے خلعت اسلام — بسر ز فضل وبزرگیش افسر محمود
بهرصباح ورواح از هجوم خلق جهاں — بسان ارض حرم است کشور محمود
علوم معرفت وراحت دل و ایقان — زبهرماست مهیّاز مصدر محمود
کراست همسریش درمعارف قرآں — چه طور پشّه پردپیش شهپر محمود
کسے بغورنگه گرکندبه تفسیرش — چشد حلاوت قرآں زشکر محمود
زار تداد گرو هے جو شد بکفر اسیر — رهابعون حقش کرد لشکر محمود
فساد مصری و پیغامیاں و مستریان — نه کامیاب شدازرای انور محمود
بچین و جرمن و جاپان ولندن و امریکه — پئے اشاعت دیں رفته عسکر محمود
بهرمقام بدنیا جماعتش قایم — بهر دیار بگیتی است دفتر محمود
حزین وخسته دلی گرز حادثات جهان — بیاوشاد شواز خوی خوشتر محمود
فگنده ضد و تعصب محققانه نگر — جمال یار به بینی زپیکر محمود
وصال یاربخواهی خصال پاکش گیر — زلال وصل بنوشی زکوثر محمود
ایاز بود غلامے خریدۂ محمود — ولے منم زسرصدق چاکر محمود
مرابس است دعائے بوقت خاص اگر — رواں شود زلب روح پرور محمود
ثنائے ایزدبے چوں که کردت ای سیفی — بلطف خویش غلام محقّر محمود

ترجمہ قصیدہ

۱- اے عزیز! تو شراب سے بتادے کہ میں جامِ محمود سے مدہوش ہوں
ایسے میں کوئی میرا حریف کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں آستانۂ محمودؓ کا شاعر ہوں
۲- ایسی پاکیزہ شراب جو بے جا طمع اور لالچ کو دور کردیتی ہے
ہم نے اس پاکیزہ شراب کے کئی پیالے قربتِ محمودؓ سے پی رکھا ہے
۳- اسی کی بدولت میں عشقِ الٰہی اور محبتِ رسول میں مست ہوں
حضرت محمودؓ کی قربانیٔ کثیر کے باعث میں تیری طرف سے مطمئن ہوں
۴- کیونکہ آپؓ فضل عمر اور کامل عزم والے ہیں
اسی طرح آپؓ قوم کے پیشوا اور اس کے قائد اور قابل ستائش محافظ ہیں
۵- حضرت بشیر الدین ایک پاک وجود اور مصلح موعود ہیں
آپؓ ملتِ بیضا کے ایک قومی سپاہی اور قابل تعریف پیام دہندہ ہیں
۶- آپ حضرت مسیح الزماں کے جگر پارہ اور قلبی سرور کے باعث ہیں
آپؓ مقتدیٰ اور رشد و ہدایت دینے والے اور اچھے رہنما ہیں
۷- بارگاہ خداوندی میں آپؓ اہل اللہ کی صفات سے متصف ہیں
یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں کوئی آپؓ کا ہمسر نہیں ہے
۸- آپؓ نے جب اسلامی خلافت کا لباس زیب تن فرمایا
تو آپ کا تاجِ سر اس کی فضیلت اور بزرگی کی وجہ سے قدرے جھک گیا
۹- ہر صبح وشام دنیا بھر کے لوگوں کے ازدحام کے
سبب آپؓ کا وطن گویا مثلِ حرم ہے

دعویٰ مصلح موعودؓ کے متعلق پرشوکت اعلان

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعودؓ نے 20 فروری 1944ء بمقام ہوشیار پور یہ پرشوکت اعلان فرمایا:۔

’’میں خدا کے حُکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں ہی موعود ہوں اور کوئی موعود قیامت تک نہیں آئے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اور موعود بھی آئیں گے اور بعض ایسے موعود بھی ہوں گے جو صدیوں کے بعد پیدا ہوں گے۔ بلکہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں خود مجھ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا اور میں پھر کسی شرک کے زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آؤں گا جس کے معنے یہ ہیں کہ میری روح ایک زمانہ میں کسی اور شخص پر جو میرے جیسی طاقتیں رکھتا ہوگا نازل ہوگی اور وہ میرے نقشِ قدم پر چل کر دنیا کی اصلاح کرے گا۔ پس آنے والے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اپنے اپنے وقت پر آئیں گے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اِس شہر ہوشیار میں سامنے والے مکان میں نازل ہوئی جس کا اعلان آپ نے اِس شہر سے فرمایا اور جس کے متعلق فرمایا کہ وہ ۹ سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا وہ پیشگوئی میرے ذریعہ سے پوری ہوچکی ہے اور اب کوئی نہیں جو اس پیشگوئی کا مصداق ہوسکے‘‘۔

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 161-162)

۱۰- ایمان اور دلی سکینت عموماً اور معرفت الٰہی کے علوم خصوصًا
آپؓ کی مجلس عرفان کی بدولت ہمیں حاصل ہوتے تھے
۱۱- معارف قرآنی میں آپؓ کی برابری کرے کسی کی کیا مجال
کوئی بھی مچھر آپؓ کے پرواز کے سامنے پر مارنے کی ہمت کیسے کرسکتا ہے
۱۲- اگر کوئی آپؓ کی تفسیر کا غور سے مطالعہ کرے
تو یقیناً وہ آپؓ کی تفسیرِ قرآنی سے لذت وحلاوت پائے گا
۱۳- ارتداد کی وجہ جب ایک گروہ کفر میں گرفتار ہو چکا تھا
تو آپؓ کے لشکر قدسیہ نے اسے خدا کے فضل سے نجات دلائی
۱۴- مصری اور منکرین کے فسادات کا مقصد
آپؓ کی حقانی رائے کے نتیجہ میں ناکام ہوگیا
۱۵- چین، جرمن، جاپان، لندن اور امریکہ
محض اشاعتِ دین کی خاطر آپ کے پیروکار گئے
۱۶- دنیا میں جابجا جماعتیں قائم ہوئیں
اور دنیا کے مختلف شہروں میں آپؓ کا دفتر موجود ہے
۱۷- اگر تو دنیا کے حادثات سے رنجیدہ خاطر اور خستہ دل ہو چکا ہے
تو آجا اور حضرت محمود کی خوش خلقی سے خوش ہوجا
۱۸- ضد اور تعصب کو پس پشت ڈال کر ایک محقق کی طرح دیکھ
تجھے رخِ محمود میں جمالِ الٰہی نظر آئے گا
۱۹- اگر تو وصلِ محبوب کی تمنا رکھتا ہے تو اولاً پاکیزہ خصلت کو اپنالے
تاکہ وصل کا شفاف پانی حضور کے حوض کوثر سے پی سکے
۲۰- ایاز محمود غزنوی کا خریدا ہوا غلام تھا
لیکن میں صدق دل سے حضرت محمود کا ایک ادنیٰ غلام ہوں
۲۱- ایک خاص موقعہ پر میرے لئے یہ دعا کافی ہوگی
اگر حضور کے لب مبارک پر جاری ہوجائے
۲۲- سیفی! خدائے واحد کی حمد وثناء نے
محض اپنے فضل سے تجھے حضور کا حقیر ترین غلام بنادیا

اَلْمُصْلِحُ الْمَوْعُوْد

خواجہ عبدالحمید انصاری۔ حیدرآباد

دُعاؤں کا وہ سلسلہ ہائے دراز جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچا اور پھر آپ کی شب و روز دعاؤں اور تمناؤں کا پھل حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہمیں عطا ہوا یہ کیا کوئی معمولی چیز تھی؟ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر غور فرمائیے کہ کس طرح وہ پاک رُوحوں کو نوازتا اور قبول کرتا ہے ۔ مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی متضرعانہ دعاؤں کے انعامات ہم خلافت ثالثہ، رابعہ اور خامسہ کے تناور درختوں کی شکلوں میں دیکھ رہے ہیں ۔ ان پاک وجودوں کی روشنی اَنوارِ سَاطعہ بن کر ساری دنیا کو منور کرتی جاتی ہے اور انسانی ذہنوں کے اندھیرے سمٹتے ہوئے اپنے مرکزی نقطہ رب کریم کی طرف کھنچتی جاتی ہے اور یہ سلسلہ بڑھتا ، پھلتا اور پھولتا جارہا ہے اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پیشگوئی جو خدائے رحیم و رحمان کی ایک ایسی عطائے بیش بہا تھی جس نے آپ کے بچپن ہی سے خدائی تصرفات کے ماتحت احمدیت کے بخت کو جگانا شروع کردیا تھا۔ آپ کی تربیت کے لئے گھریلو ماحول جو صِبْغَۃُ اللّٰہ سے رنگین تھا اور عظیم الشان والدین کی نگرانی جو سراسر دعاؤں سے معمور تھی، آپ کا نصیب رہی ۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر بچوں کو اکٹھا کر کے جو فِقرہ حضرت اُم المؤمنین اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ادا کیا تھا کہ بچو! گھر کو خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابّا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے وہ آسمان پر تمہارے لئے ایک خزانہ چھوڑ گئے ہیں جو وقتِ ضرورت تمہیں ملتا رہے گا۔ وہ خزانہ کیا تھا؟ وہ فانی فی اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ متضرعانہ دعائیں تھیں یہ وہی رحمت کا دریا ہے جو ہمارے خلفاء کی شبانہ دعاؤں میں ہمارے لئے پھوٹ پھوٹ کر بہتا ہے ۔ اُسی نے ہمیں زندگی دی ہے ۔ ہمارے ایمانوں میں سلامتی ، ہمارے کاموں میں عزم و حوصلے کی فراوانی ، ہمارے جذبوں میں قربانیوں کی رُوح اُسی کے دَم سے ہے ۔ اُسی نے ہمارے یقین کو آب دے کر صیقل کردیا ہے

آپ کی پیدائش سے لیکر آپ کے وصال تک ہر ہر لحہ آپ کی بُلند قامتی ، اعلیٰ حوصلگی اور رفعتِ پرواز سے معنون ہے۔ آپ کی ذات مخفی قوتوں کا ایک خزانہ تھی ، جواب بھی اُن کے سُننے اور پڑھنے والوں کے حواس کی بیداری اور وُسعت پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ زمانہ کے اعلیٰ ترین فکر وفن سے آگہی رکھنے والے تھے۔ وہ آوازِ عصر تھے ۔ تمام گوشہائے دانش ان کی آواز کے ہم نوا اور قدر دان تھے ۔ جس کان نے اس آواز سے رُوگردانی کی اُسے اہل دانش میں شمار کرنا غلطی ہے۔ آپ کی علمی قادرالکلامی کا یہ عَالَم تھا کہ علم مذاہب، علم الکلام، علم التفسیر، علم الحدیث، علم فکر وفن، علم زبان اور علوم متفرقہ کی باگھیں ان کی مٹھیوں میں بند رہتی تھیں ۔ آپ کے حیرت انگیز صبر اور صدق و صفا میں نبیوں کا حوصلہ اور عزم گھر کئے ہوئے تھا ۔ ایمان اور ایقان غیر متزلزل اور ہو بہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عکس تھے۔ حُسن و احسان میں اُسی خو بو کے مالک ، وہی مسیحا نفسی وہی مسیح صفتی ۔ اسی لئے وہ تمام چیلنج جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالفین اور اسلام کے دشمنوں کو دیئے تھے آپ نے بھی بار بار دہرائے ۔ زمانوں پر زمانے گزرتے جائیں گے لیکن آپ کا کچھ نہیں بگاڑ پائیں گے ۔ مستقبل کا کوئی مؤرخ آپ کو یا آپ کے کام کو نظرانداز کر کے حقائق اور حقائق کی اعلیٰ ترین قدروں کو پیش نہیں کرسکتا ۔آپ خداداد طاقتوں اور صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ آپ ہمیں وہ سب کچھ دے گئے ہیں جو مذاہب کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ہمیشہ راہنما رہے گا۔ پیشگوئی میں آپ کے لئے کہا گیا تھا کہ ’’وہ حُسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا‘‘

گزشتہ صدی کے علم الکلام پر آپ کی گہر نظر تھی اور جو علم الکلام آپ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ حقائق اور دلائل کا ایسا خزانہ اپنے ساتھ رکھتا ہے جو کسی بڑے سے بڑے عجوبۂ دماغ کو زیر کرنے کی طاقت سے مالا مال ہے۔ آپ کی ہر طاقت اور قوتِ عمل اللہ تعالیٰ کے خصوصی تصرف اور منشاء کا نتیجہ تھی ۔ تاہم آپ کے اوّل المعلمین آپ کے والدین تھے اور ان کی ان تھک اور مسلسل دعائیں تھیں آپ کے بچپن کے واقعات میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔

’’ محمود چار ایک برس کا تھا۔ حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے ۔ میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں آئے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول تھا ۔ پہلے آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دِل میں آئی حضرت صاحب کے مُسوّدات کو آگ لگادی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے --- اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں ۔ سَر اُٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہورہا ہے۔ اتنے میں آگ بُجھ گئی اور قیمتی مُسوّدات راکھ کا ڈھیر ہوگئے اور بچوں کو کسی اور مشغلے نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق عبارت مِلانے کے لئے کسی گزشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اِس سے پوچھتے ہیں خاموش ، دبکا جاتا ہے ۔ آخر ایک بچہ بول اُٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلادیئے ہیں ---- حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں خوب ہوا، اِس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اِس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔‘‘

اِس حِلم اور بُردباری کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ آپؑ تربیت اولاد کی حِکمت سے ناواقف تھے ، بلکہ آپ کا طریق عین سُنتِ نبوی کے مطابق تھا۔ یعنی جو بات آپ سے متعلق ہوتی ، آپ زبردست برداشت اور صبر و استقامت سے اُسے جھیل لیتے لیکن جہاں دینی یا قومی حمیت کا معاملہ ہوتا وہاں آپ سختی سے بازپُرس کرتے ۔ ایک واقعہ خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زبانی سُنئے ۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ کی عمر آٹھ یا نو سال تھی۔ آپؓ کہتے ہیں :-

’’ ایک دفعہ ایک کُتّا ہمارے دروازے پر آیا مَیں وہاں کھڑا تھا ۔ اندر کمرے میں حضرت صاحب تھے ۔مَیں نے اُس کتے کو اشارہ کیا اور کہا ٹیپو! ٹیپو! حضرت صاحب بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم اُن کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ وہ پہلا دن تھا جب سے میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہوگئی۔‘‘

اندازہ لگایئے وہی بچہ جس نے آن کی آن وہ قیمتی مُسوّدات جلا کر رکھ کردیئے تھے جنہیں آپؑ نے پتہ نہیں کتنی راتوں کا لہو دے کر اور کتنا وقت صرف کر کے تحریر فرمایا تھا، وہ تو آپ نے برداشت فرمالیا لیکن قومی غیرت اور دینی حمیت کے موقعہ پر ایک مسلمان سُلطان کے لئے جس کے ساتھ سوائے اسلام کے آپؑ کا اور کوئی رشتہ نہ تھا، آپ شمشیر بے نیام ہوگئے ۔آپ کا یہ رویّہ اُن مخالفین کے مُنہ پر طمانچہ ہے جو آپ کو انگریزوں کا ایجنٹ کہتے ہیں۔

ایک اور واقعہ بھی آپ ہی کی زبانی سُنئے فرماتے ہیں :-

’’ ایک دفعہ حضرت صاحب کچھ بیمار تھے۔ اس لئے جمعہ کے لئے مسجد میں نہ جاسکے۔ میں اس وقت بالغ نہیں تھا کہ بلوغت والے احکام مجھ پر جاری ہوں تاہم مَیں جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد کو آرہا تھا کہ ایک شخص مجھے ملا۔ محمد بخش ان کا نام ہے......مَیں نے اُن سے پوچھا۔ آپ واپس آرہے ہیں کیا نماز ہوگئی ہے؟ اُنہوں نے کہا آدمی بہت ہیں مسجد میں جگہ نہیں تھی ،مَیں واپس آگیا ہوں۔ مَیں بھی یہ جواب سُن کر واپس آگیا اور گھر میں آکر نماز پڑھ لی۔ حضرت صاحب نے یہ دیکھ کر مجھ سے پوچھا ’’مسجد میں نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے؟‘‘ خدا کا فضل ہے کہ مَیں بچپن سے ہی حضرت صاحب کا ادب اُن کے نبی ہونے کی حیثیت سے کرتا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ آپؑ کے پوچھنے میں ایک سختی تھی اور آپؑ کے چہرے سے غصہ ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کے اس طرح پوچھنے کا مجھ پر بہت ہی اثر ہوا۔ جواب میں مَیں نے کہا کہ مَیں گیا تو تھا لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آگیا۔ آپ یہ سُن کر خاموش ہوگئے ۔ لیکن اب جس وقت جمعہ پڑھ کر مولوی عبدالکریم صاحب آپ کی طبیعت کا حال پوچھنے کے لئے آئے تو سب سے پہلی بات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ سے

دریافت کی وہ یہ تھی کہ آج لوگ مسجد میں زیادہ تھے؟ اس وقت میرے دل میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی کیونکہ میں خود تو گیا ہی نہیں تھا معلوم نہیں بتانے والے کو غلطی لگی یا مجھے اس کی بات سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے دونوں صورتوں میں الزام مجھ پر آئے گا کہ مَیں نے جھوٹ بولا۔ مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے جواب دیا ’’ہاں حضور آج واقعہ میں بہت لوگ تھے‘‘ یہ ایک واقعہ ہے جس کا آج تک میرے قلب پر اثر ہے۔

انسان کی تربیت میں دو عنصر بہت اہم ہوتے ہیں۔ ایک خارجی، دوسرا داخلی۔ خارجی عنصر مُربّی کی تربیت سے متعلق ہوتا ہے جو اثر اندازی کا پہلو لئے ہوتا ہے اور داخلی عنصر خود اپنی قوت اثر پذیری سے تعلق رکھتا ہے۔ ان دونوں قوتوں میں صحت مندی کا رُجحان شخصیت کے اعتدال اور نجابتِ طبع کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ بچوں کو عموماً یہ خداداد ملکہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے سرپرست اور مُربی کے دِلی رجحانات سے کم عمری کے باوجود واقف ہوجاتے ہیں اور خوب جاننے لگتے ہیں کہ وہ کن اقدار کو اہمیت اور اوّلیت دیتے ہیں۔ یہی تاثر بچوں کی کردار سازی کا لازمہ بن جاتا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں واقعات نے آپ کے دل میں قومی حمیت اور ادائیگی فرائض کی اہمیت کو ایسے جاگزیں کردیا کہ آپ کی ساری زندگی میں آپ کے مزاج کا نمایاں وصف بنے رہے۔

ایک اور واقعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص مرید سید فضل شاہ صاحبؓ فرماتے ہیں:-

’’ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام چوبارے کے صحن میں بیٹھے تھے اور بادام آگے رکھے تھے۔ مَیں بادام توڑ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت میاں بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ جن کی عمر اس وقت چار پانچ سال تھی، تشریف لائے اور سب بادام اُٹھا کر جھولی میں ڈال لئے۔ حضرت اقدس نے یہ دیکھ کر فرمایا ’’یہ میاں بہت اچھا ہے زیادہ نہیں لے گا صرف ایک دو لے گا باقی سب ڈال دے گا‘‘ جب حضرت صاحب نے یہ فرمایا تو میاں نے جھٹ سب بادام میرے آگے ڈال دیئے اور صرف ایک یا دو بادام لیکر چلے گئے۔‘‘

حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ایک واقعہ میں بیان کرتے ہیں:-

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے۔ سید فضل شاہ صاحب مرحوم حضور کے پیر داب رہے تھے کہ شاہ صاحب نے اشارہ کر کے مجھے کہا کہ یہاں جیب میں کوئی سخت چیز ہے۔ مَیں نے ہاتھ ڈال کر نکالی تو حضور کی آنکھ کھل گئی۔ آدھی ٹوٹی گھڑے کی ایک چپنی اور دو ٹھیکرے تھے۔ میں پھینکنے لگا تو حضور نے فرمایا ’’یہ میاں محمود نے کھیلتے کھیلتے میری جیب میں ڈال دیئے ہیں۔ آپ پھینکئے نہیں میری جیب ہی میں ڈال دیں کیونکہ میاں نے ہمیں امین سمجھ کر اپنی کھیلنے کی چیز رکھی ہے۔ وہ مانگیں گے تو ہم کہاں سے دیں گے۔‘‘

اس واقعہ کی لطافت اور اس کا حُسن صرف صاحب نظر ہی محسوس کر سکتے ہیں۔

حضرت مرزا محمد اسماعیل بیگ صاحبؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:-

حضرت مسیح موعودؑ ایک دن کچھ اصحاب کے ساتھ سیر کو تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک کیکر کا درخت گرا ہوا تھا بعض دوستوں نے اس کی شاخوں سے مِسواکیں بنالیں۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب بھی ساتھ تھے۔ چھوٹی عمر تھی ایک مسواک کسی نے اُنہیں بھی دے دی اور اُنہوں نے بے تکلفی سے ایک دو دفعہ حضور سے بھی کہا ’’ابّا مسواک لے لیں‘‘ مگر حضور نے مُسکراتے ہوئے فرمایا: میاں پہلے ہمیں یہ بتاؤ کہ کس کی اجازت سے یہ مسواکیں حاصل کی گئی ہیں؟ یہ بات سُنتے ہی سب نے مسواکیں زمین پر پھینک دیں۔ ایک گرا ہوا درخت جس سے شاخیں توڑنا کوئی قابلِ دست اندازی قانون بات نہیں لیکن پھر بھی مالک کا حق اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔

اب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بچپن کے چند واقعات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن سے آپ کی خود تربیتی اور خود اصلاحی کا پتہ لگتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

’’مجھے اپنے ایک دوست کا احسان اپنی ساری زندگی میں نہیں بھول سکتا اور میں جب بھی اُس دوست کی اولاد پر کوئی مشکل پڑی دیکھتا ہوں تو میرے دل سے ٹیس اُٹھتی ہے اور ان کی بہبودی کے لئے مَیں دعائیں کیا کرتا ہوں۔ 1903 کی بات ہے جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی کرم دین والے مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور میں مقیم تھے۔ وہ دوست جن کا مَیں ذکر کر رہا ہوں مُراد آباد یوپی کے رہنے والے تھے اور فوج میں رسالدار میجر تھے، محمد ایوب نام تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنے کے لئے گورداسپور آئے تھے۔ اُنہوں نے ایک بات ایسی کی کہ وہ میرے لئے ہدایت کا موجب ہوئی دلّی میں رواج تھا کہ بچے باپ کو تم کہہ کر خطاب کرتے۔ اسی طرح بیوی خاوند کو تم کہتی۔ لکھنؤ وغیرہ میں آپ کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ گھر میں تُم تُم کا لفظ سُنتے رہنے سے میری عادت بھی تم کہنے کی ہوگئی تھی۔ چُنانچہ مجھے اس دوست کی موجودگی میں آپ سے کوئی بات کرنی پڑی اور میں نے تم کا لفظ استعمال کیا۔ یہ لفظ سُن کر اُس دوست نے مجھے بازو سے پکڑلیا اور مجلس سے ایک طرف لے گئے اور کہا ’’میرے دِل میں آپ کا بڑا ادب ہے، لیکن یہ ادب ہی چاہتا ہے کہ آپ کو آپ کی غلطی سے آگاہ کروں اور وہ یہ کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کرتے وقت کبھی بھی تُم کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے بلکہ آپ کے لفظ سے مخاطب کریں ورنہ آپ نے پھر یہ لفظ بولا تو جان لے لوں گا‘‘ اس دوست کے سمجھانے کے بعد مَیں آپ کا لفظ استعمال کرنے لگا اور اُن کی اس نصیحت کا اثر اب تک میرے دل میں موجود ہے۔‘‘

’’ایک اَور واقعہ یوں ملتا ہے کہ ایک بار آپؓ دالان کے دروازے بند کر کے چِڑیاں پکڑ رہے تھے۔ حضرت صاحب جمعہ کی نماز کے لئے باہر جاتے ہوئے وہاں سے گزرے تو دیکھ کر فرمایا:

’’میاں گھر کی چڑیا نہیں پکڑتے۔ جس میں رحم نہیں اُس میں ایمان نہیں۔‘‘

ایک دفعہ تعلیم الاسلام اسکول کے طلباء کو مضمون دیا گیا کہ ’’علم اور دولت کا مقابلہ کرو‘‘ صاحبزادہ صاحب نے اس مضمون کے متعلق بہت غور کیا لیکن کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔ کھانے پر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ سے باتوں باتوں میں پوچھا بشیر تم بتا سکتے ہو کہ علم اچھا ہے یا دولت؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سُن کر فرمایا، بیٹا محمود توبہ کرو توبہ! نہ علم اچھا نہ دولت۔ خدا کا فضل سب سے اچھا ہے‘‘۔

آپ کی تربیت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فضل آپ پر یہ تھا کہ آپ کو والدہ بھی ایسی ملی تھیں جو شرافت، نجابت اور تربیت میں اپنے شوہر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سی خوبیاں رکھتی تھیں۔ وہی صدق و صفا، سادگی، تصنع سے ناآشنا اور ہر بات سچائی سے مُعطر۔ آپ کا یہ اُصول تھا کہ بچے پر ہمیشہ بہت پُختہ اعتبار ظاہر کر کے اُس کو والدین کے اعتبار کی شرم اور لاج ڈال دینا چاہئے۔ جھوٹ سے نفرت اور غیرت وغنا آپ کا اوّل سبق ہوتا تھا۔ آپ اکثر کہا کرتیں کہ ’’میرے بچے جھوٹ نہیں بولتے اور یہی اعتبار تھا جو بچوں کو جھوٹ سے بچاتا تھا۔‘‘

پیشگوئی مصلح موعود اور اس کے پس منظر سے ہر احمدی اچھی طرح واقف ہے۔ ان تمام باتوں کو جو پیشگوئی کا حصہ ہیں، تفصیل اور وضاحت سے تو کیا اشارۃً بھی بیان کرنا اس مختصر مضمون کو کفایت نہیں کرتا۔ آپ کی علمی لیاقتوں اور فتوحات کا مختصر سا ذکر یہاں کرتا ہوں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے مختلف عوارض کا شکار رہے جس کی بنا پر خاطر خواہ آپ کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی جاسکی۔ آنکھوں میں ککروں کی تکلیف کی وجہ سے پڑھنے لکھنے میں آپ ایک آزار اور بے چینی محسوس کرتے تھے۔ مہینوں اسکول کا ناغہ ہوجاتا اور جب آپ ہائی اسکول میں پہنچے تو جسمانی اور دماغی کمزوری کے پیشِ نظر ڈاکٹروں نے تشخیص کیا کہ اگر ان کی تعلیم پر زیادہ زور دیا گیا تو انہیں سِل اور ٹی بی ہوسکتی ہے۔ آپ کے والد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو

اسکول سے اُٹھوالیا اور گھر پر ہی آپ کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ حالانکہ پیشگوئی میں فرمایا گیا تھا کہ : ’’وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا ---- نُور آتا ہے نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عِطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔‘‘

یہ پیشگوئی دراصل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کی آواز، اسلام کی بے پناہ ترقی اور اس کے لازوال غلبہ کی غماز تھی اور اس موعود لڑکے کی تعلیم سے متعلق حضرت کا رویہ اور فیصلہ آپ کے اپنے پیدا کرنے والے پر بے انتہا اعتماد اور یقین کا مظہر ہے جو صرف ایک کامل ترین مومن ہی کی شان ہوسکتا ہے۔ ان ہی دنوں آپ کے سب سے بڑے مخلص اور اس لڑکے کے استادِ معظم حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کے اس کہنے پر کہ حضور! اس بچے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو اتنی بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں تو ان کے پورا کرنے میں ہماری خصوصی توجہ اور مساعی بھی درکار ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ بھی آپ کے اکمل یقین اور ایمان پر شاہد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو چاہتے تھے کہ محمود خوب پڑھے لیکن جب ڈاکٹر منع کرتے ہوں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا آپ بھی طبیب ہیں اور اس کی حالت سے بے خبر نہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ چاہے گا تو خود ہی اسے علم دے گا۔ کہتے ہیں کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ 1904ء میں آپ نے رسالہ تَشْحِیْذُ الْاَذْہَان کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی عمر صرف 17 سال تھی۔ آپ کی ادارت میں اس رسالہ کا اجرا ہوا۔ آپ نے یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ صرف عالم ہی نہیں بلکہ عالم گر بھی ہیں۔ لکھنے کا شوق رکھنے والے نوجوانوں کی کھیپ تیار ہونی شروع ہوئی جو بعد میں جماعت کے بڑے بڑے عالم اور فاضل بنے۔ آپ کے بالکل ابتدائی مضامین جو تَشْحِیْذُ الْاَذْہَان میں نکلے اتنے معیاری اور اعلیٰ تھے کہ مخالف اخبار وکیل امرتسر نے ایک پورا مضمون نقل کرتے ہوئے اس پر تبصرہ کیا۔ پھر جون 1913ء میں آپ نے اخبار ’’الفضل‘‘ کا اجرا کیا جو آج بھی ربوہ سے روزنامہ کی شکل میں نکلتا ہے۔

بہت سے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کو دیکھا گیا ہے کہ اُن کی سوچ کچھ ہوتی ہے اور تخلیق کچھ اور۔ اُن کے علم و عمل اور فکر و تخلیق کے درمیان ایک بُعد اور دُوری ہوتی ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اُن کے علم کا ادراک اور اس کا شعور تخلیقی عمل میں سیال لہو بن کر نہیں دوڑتا۔ دراصل لکھنے کا فن ایک کیمیاوی عمل ہے۔ جب تک اُسے آنچ نہ دی جائے وہ ادب نہیں بنتا۔ لکھنے کے لئے کچھ یوں ہے کہ آدمی بہت کچھ سوچتا ہے، لیکن زمانے کی نیرنگیاں فرصت نہیں دیتیں۔ بیسیوں موانعات مدمقابل ہوجاتے ہیں۔ مُوڈ مخالف بن جاتا ہے۔ حادثات اچانک سَر اُٹھاتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ تخلیق کی فصل ایک غُبار مانگتی ہے۔ اس غُبار کو دِل میں سَینت سَینت کر رکھنا پڑتا ہے جب یہ غُبار تخلیق کے قالب میں ڈھلتا ہے تو بے شک معرکے سَر زد ہوتے ہیں اور شہکار منظر عام پر آتے ہیں۔ ورنہ لفظوں کی جادوگری سہل کام نہیں۔ لفظوں کو اُکسانا پڑتا ہے۔ بہت توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بار بار لفظ و آہنگ چھلنی کرنے پڑتے ہیں وقت کی اطاعت سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔ لفظوں کی شکنیں درست کرنی پڑتی ہیں اور گرہیں نکالی جاتی ہیں تب کہیں جا کر لفظ بولنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور پیشگوئی کے مطابق آپ عام لوگوں سے ہٹ کر خصوصی صلاحیتوں اور قوتوں کے مظہر تھے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ خصوصی کارہائے نمایاں کے لئے چُن لیتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اُن کی تخلیق ہی ایک مقصدِ اعلیٰ کے لئے کی گئی ہوتی ہے۔ اُن کا مدمقابل یا ہم پلہ ڈھونڈنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ اُن کی روحانی دسترس صرف رشک و حیرت سے دوچار کرتی ہے یا پھر حسد و کینہ سے اور اُن کے ساتھ پیکارِ شکست و ریخت پر منتج ہوتی ہے۔ کیسے کیسے قوی ہیکل دیونفس اور جن پیکر آپ سے ٹکرائے اور پاش پاش ہوگئے اور آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی ظفر علی خان، آریہ، عیسائی، مستشرقین، مولوی مودودی صاحب، انور شاہ کشمیری آپ کے مدمقابل آئے اور اعتراف شکست کر کے گمنام ہوگئے۔

1918ء میں آپ لاہور میں تھے۔ 24 فروری کو آپ کی روانگی تھی ایک دن قبل سید عبدالقادر، صدر شعبہ تاریخ نے آپ سے ملاقات کی اور 26 فروری 1918ء کو بریڈ ہال میں تاریخ اسلام کے ایک نہایت ہی اہم موضوع ’’اسلام میں اختلافات کا آغاز‘‘ پر تقریر کرنے کی درخواست کی جو آپ نے قبول کر لی۔ اس اہم اور پیچیدہ موضوع پر آپ نے ہزاروں کے مجمع میں جس میں بڑے بڑے ماہرین، تاریخ دان، پروفیسر، ڈاکٹرز اور مختلف پیشوں کے ماہرین بھی موجود تھے، تین گھنٹہ تقریر کی اور سینکڑوں سال پرانے موضوع کو جسے آج تک کوئی سُلجھا نہیں سکا تھا تین گھنٹوں میں سلجھا دیا اور سارے ہندوستان میں اس لیکچر کو شہرت ملی۔

1918ء کا جلسہ سالانہ قادیان، انفلوئنزا کی عالمی وبا کی وجہ سے بجائے دسمبر کے مارچ 1919ء میں منعقد ہوا۔ آپ کی ایک تقریر کا عنوان تھا ’’عرفانِ الٰہی‘‘ یہ مضمون بھی اپنی گوناگوں پیچیدگیوں اور نزاکت کی وجہ سے صدیوں سے مذہب میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ہمیشہ موضوع بحث رہا۔ پھر اُسی سال دسمبر 1919ء کے جلسہ سالانہ پر آپ نے ’’تقدیرِ الٰہی‘‘ کے موضوع پر بسیط تقریر فرمائی۔ مصلح موعود کی پیشگوئی میں صاف صراحت تھی کہ ’’وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ نُور آتا ہے نُور جس کو خُدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اُس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔‘‘ (رُوح کے معنی اللہ کا کلام بھی ہے)

اگلے سال جلسہ سالانہ پر 28 دسمبر 1920ء کو آپ نے جو تقریر کی اس کا عنوان تھا ’’ملائکۃ اللہ‘‘ آپ کے دورِ خلافت کی یہ تمام تقاریر اللہ تعالیٰ کے علمِ لَدُنّی کا نتیجہ تھیں۔ حقیقت میں آپ کی مثال ہیرے کی اُس کنی سے دی جا سکتی ہے جو شیشے کے سینہ کو کاٹ کر اُسے ہر طور، ہمہ جہت اور ہمہ صفت خوبیوں کا خوگر بنا دیتی ہے۔ آپ کا قلم شیوہ ہزار رنگ اور زبان سامان صد انقلاب تھی۔ آنے والی صدیوں میں بھی آپ کی چشمِ نگران کی کارفرمائی صاف محسوس کی جاسکے گی۔ آپ کی تحریریں ہر چشمِ تماشا کے لئے حیرانیوں کے نظارے لئے کھڑی ہیں۔ علم و آگہی کا تیور اچھے اچھوں کو تکبر اور تعصب کے گڑھوں میں گرا دیتا اور پھر اُبھرنے بھی نہیں دیتا ہے لیکن حُسنِ علم اور شعورِ آگہی کا نشان جو آپ کا نصیب تھا، ایک اُلوہی اور خداداد جوہر تھا۔ مشکل سے مشکل اور دقیق در دقیق مسائل مذاہب کو سمجھنے اور سمجھانے کا خلقی وصف آپ کے اندر تھا۔ آپ کی کوئی کتاب یا آپ کا کوئی مضمون پڑھئے۔ نظر ایک لمحے کے لئے بھی کہیں نہیں بھٹکتی۔ آپ کی تحریر اور تقریر دونوں بھی موضوع کے اقتدار اور غلبے سے کبھی پسپا نہیں ہوتے۔ ہر مضمون اپنے موضوع سے اس قدر مربوط، پیوستہ، یکجان اور یک رنگ ہوتا ہے کہ قاری کو دُور سے دُور ملانے کی زحمت نہیں اُٹھانی پڑتی۔

ابتدائے خلافت کی یہ تقریریں اور اُن کی شہرت شمال سے جنوب تک پھیل گئی۔ اپنے اور غیر سبھی جو علم سے شغف رکھتے تھے نوجوان امام جماعت سے ملنے اور اسے سننے کے لئے خصوصی ذوق و شوق کا اظہار کرنے لگے۔ جلسہ سالانہ کی تقریروں کے علاوہ جمعہ کے خطبے اور مختلف مواقع پر کی گئی آپ کی تقاریر عوام و خواص میں مقبولیت کی سند حاصل کرنے لگیں۔ 1923ء میں آپ نے شدھی کی تحریک کو بے دست و پا کر کے چھوڑا۔ شردھانند کو بھی میدان چھوڑنا پڑا۔ دیگر تمام مسلمان بھی اُلٹے قدموں بھاگ لئے لیکن احمدی ڈٹے رہے۔ پھر 1924ء میں آپ نے ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے رختِ سفر باندھا۔ لندن میں آپ کا مضمون ’’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘‘ اس قدر مقبول ہوا کہ

پریزیڈنٹ کانفرنس تھیوڈومارسین نے تمام پڑھے گئے مضامین میں حضور کے مضمون کو سب سے بہترین قرار دیا۔ حقیقت یہی ہے کہ اچھے کلام اور اچھی بات کو پہچاننے کے لئے تحقیق اور جستجو کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر اچھی بات خود بخود دل میں گھر کر لیتی ہے۔

یہ تمام ذکر تو آپ کی ابتدائی تحریروں اور تقریروں کا تھا۔ اسی زمانے کے قریب لاہور میں آپ کا ایک اور معرکۃ الآراء لیکچر ہوا۔ عنوان تھا ''اسلام کا اقتصادی نظام''۔ کس قدر رواں اور آسان پیرایہ میں آپ نے اس مشکل موضوع کو ادا کیا کہ تقابلی مطالعہ کا ادراک رکھنے والوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا جماعت کی ترقی اور اسلام کے غلبہ کے لئے نئی نئی اسکیمیں اور نئی نئی تنظیموں کا قیام آپ کا ذہن رسا اور آپ کے لئے خدائی مدد ......وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے۔ 225 کتابوں کے آپ مصنف ہوئے۔ خطبات جمعہ اور نکاحوں کے مواقع پر دیئے گئے خطبات کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ قرآن مجید کی تفاسیر میں تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر جو تمام مذاہب عالم پر اسلام کے غلبہ اور کلام اللہ کے عالی مرتبت ہونے کا بین ثبوت ہیں، آپ کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ سیاسی رہنمائی گو آپ کا منصب نہیں تھا لیکن جہاں اور جب سیاسی معاملات اور تحریکیں اسلام سے مد مقابل ہوئیں آپ نے کلام اللہ کی ہدایت کے مطابق مسلمانان عالم کی بہتری اور راحت کے سامان کئے۔ خواہ وہ کشمیری مسلمانوں کا معاملہ ہو یا فلسطینیوں کی راہ نمائی کا اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا منصب شاعری کی طرح کوئی تکنیک نہیں جو ہمیشہ علم عروض کی اصطلاحات سے سہی اور اس کی پابند ہوتی ہے۔ یہ کسی شاعر پیشہ آدمی کے حوصلے کی بات نہیں یہ ایک اولوالعزم، باوقار، اور فتح وظفر کی کلید کے شایانِ شان، خدا کے شیر کا کام تھا کہ وہ قبروں میں دبے مُردوں کو باہر لاتا اور دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرتا اس سے ذرہ بھی کمتر حوصلہ، حق کو تمام برکتوں سمیت کھینچ لانے اور باطل کو تمام نحوستوں کے ساتھ بھگانے پر قادر نہیں ہوسکتا تھا۔ تب ہی دنیا سمجھ سکتی تھی کہ اسلام کا خدا قادر ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ خدا کا سایہ ہمیشہ اس کے سر پر رہا۔

لیڈری یعنی قوموں کی باگ کا ہاتھ میں لینا، عناصر کی طرح مفردات میں سے نہیں ہے، جو اپنی ترکیب اور خاصیت بدلتے نہیں اور جامِد رہتے ہیں بلکہ یہ فکر وفن، علم وعمل، ذہن و جذبہ اور جُہدِ مسلسل کا عجیب وغریب مرکب ہے جسے چھونا گویا کہ زندگی کو چھو لینا ہے۔ زندگی کی نہاں در نہاں تہوں اور پرتوں کو کھولنے کا فن ہے جو کسی بھی چیز کی حقیقت کو فوراً محسوس کر لیتا اور پالیتا ہے ایک عام ذہن کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔ اپنی زبان اور قلم میں مصلح موعود نے بُعد نہیں آنے دیا جو سوچا وہی کہا وہی لکھا۔ آپ کے علم وعمل اور سوچ وتخلیق میں کوئی تضاد نہیں۔ آپ کا علم اسلامی تھا۔ آپ کی سوچ اور فکر وعمل سب کچھ قرآن کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے جو کہا خود بھی اس پر عمل کیا۔ آپ کی تقریر، آپ کے خطبات، آپ کے ملفوظات، آپ کی مجلس عرفان اور آپ کے مُنہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اپنی خوشبو سے ماحول کو معطر اور سرشار کر دیتا تھا۔ آپ کا ہر مضمون موضوعی اعتبار سے حقیقت کا عکاس ہوتا تھا اور ایک دوسرے سے مربوط پیوستہ اور ہم آہنگ ہر اچھے کلام میں کہنے والے کی شخصیت ڈھلتی اور ظاہر و نمایاں ہوتی ہے۔ آپ کی تحریر اور کلام میں غلبہ کا جو زور پایا جاتا تھا وہ خُداداد تھا اور اس مشن کا مبلغ تھا، جس کیلئے آپ کی تخلیق ہوئی تھی۔ وہ جلد جلد بڑھا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوا۔ قوموں نے اس سے برکت پائی اور تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔

☆☆☆

مبلغ کا مقام

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں لکھتے ہیں کہ واقف زندگی کی قدر ہونی چاہیے۔ باہر سے آنے والوں میں کوئی وکیل اعلیٰ ہو جاتا ہے اور کوئی ناظر اعلیٰ ہو جاتا ہے اور ہم مبلغ کے مبلغ ہی رہتے ہیں حالانکہ یہ ایسی بات ہے کہ خدا کہے کہ بندوں میں سے تو کوئی ترقی کر کے ہٹلر بن گیا اور کوئی نپولین بن گیا اور میں خدا کا خدا ہی رہا۔ بھلا مبلغ سے بڑا اور کون سا مقام ہوسکتا ہے، تم جو حاصل کرنا چاہتے ہو۔ جو شخص سچا اور حقیقی مبلغ ہوتا ہے، وہ دنیا میں خدا کا نمائندہ ہوتا ہے۔ جیسے ایمبسڈر اپنی حکومتوں کے نمائندہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کے وزراء ہز ایکسی لینسی نہیں کہلا سکتے ہیں لیکن ایمبیسڈر ہز ایکسی لینسی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی اپنی حکومتوں کے نمائندہ ہوتے ہیں۔

جس طرح دنیا میں بعض لوگ حکومت کے نمائندہ ہونے کی وجہ سے خاص عزت کا مستحق سمجھے جاتے ہیں، اسی طرح مبلغ ہونا بھی ایک بہت بڑی عزت کا مقام ہے۔ مبلغ سے کسی اور کو اونچا سمجھنا، ایسی ہی بے وقوفی کی بات ہے، جیسی کسی جج نے کسی کو پھانسی کی سزا دی تو وہ چیخ مار کہنے لگا کہ اس سے تو بہتر تھا کہ مجھے موت کی سزا دے دی جائے۔ جیسے اس کا قول احمقانہ تھا، اسی طرح یہ بھی بے وقوفی کی بات ہے کہ مبلغ سے کسی اور کا مقام اوپر سمجھا جائے۔''

(بحوالہ تحریک جدید ایک الٰہی تحریک۔۔۔جلد سوم صفحہ 533 اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ 23 ستمبر 1955ء)

مصلح موعودؓ

(غلام نبی ناظر۔ کشمیر)

جان حق جان مصلح موعودؓ ‌ ‌ ‌ شان حق شان مصلح موعودؓ
ہے رواں اک قلزم تحقیق ‌ ‌ ‌ زیر عنواں قلزم مصلح موعودؓ
عاشقان نبی کے تاروں میں ‌ ‌ ‌ ماہ تابان مصلح موعودؓ
گونجتا ہے تمام عالم میں ‌ ‌ ‌ آج اعلان مصلح موعودؓ
حق شناس و حق آگہہ و حق بین ‌ ‌ ‌ حق ہے عنوان مصلح موعودؓ
پُر ز درہائے معنی قرآں ‌ ‌ ‌ بحر دامانِ مصلح موعودؓ
جوش عشق قلوب عالم ہے ‌ ‌ ‌ سوز ایمان مصلح موعودؓ
نور تابان شمع بزم جہان ‌ ‌ ‌ علم و عرفان مصلح موعودؓ
معرفت کی اگر تمنا ہے ‌ ‌ ‌ کھول دیوان مصلح موعودؓ
کم نہیں شان میں مسیحا سے ‌ ‌ ‌ حسن و احسان میں مصلح موعودؓ
شرف حسن خلافت حق ہے ‌ ‌ ‌ صرف ایمان مصلح موعودؓ
شاہ کونین پر فدا ناظر ‌ ‌ ‌ ہم غلامان مصلح موعودؓ

بحوالہ پیام احمدی صفحہ 85-86 مطبوعہ فضل عمر پرنٹنگ پریس)

حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ مسجد فضل لندن کی تعمیر

رانا عبدالرزاق۔لندن

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے جب انگلستان میں اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کے فریضہ کی ادائیگی کیلئے مبلغین بھیجنے کی خواہش ظاہر فرمائی تو حضرت مولوی محمد الدین صاحبؓ بی اے اور حضرت چودھری فتح محمد سیالؓ نے سب سے پہلے اپنے نام پیش کئے۔جن میں سے حضرت چودھری فتح محمد سیالؓ کا انتخاب عمل میں آیا۔اس طرح حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ 25/جولائی 1913ء کو انگلستان تشریف لائے۔ چند دن قیام کے بعد آپ 11/اگست 1913ء کو ووکنگ میں خواجہ کمال الدین صاحب کے پاس پہنچے۔چونکہ خواجہ کمال الدین صاحب کھلے عام احمدیت اور اسلام کی تبلیغ کے حق میں نہ تھے۔ لہٰذا حضرت چودھری صاحب اکیلے ہی لنڈن کے مختلف مقامات پر جاکر تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔مارچ 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفہ منتخب ہوئے تو خواجہ کمال الدین صاحب نے خلیفۂ وقت کی بیعت سے انکار کردیا۔تب حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحب، مئی 1914ء میں ووکنگ سے لنڈن تشریف لے آئے اور یہاں آکر آپ نے اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنا شروع کردیا۔آپ کی تبلیغ سے 12 نومسلم انگریزوں نے اسلام احمدیت قبول کی۔

1915ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت قاضی عبداللہ صاحب بی اے بی ٹی کو بھی تبلیغ کے فریضہ کے لئے روانہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔آپ کی تشریف آوری کے چار ماہ بعد حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحب واپس ہندوستان تشریف لے گئے۔اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ نے اپریل 1917ء سے جنوری 1920ء تک انگلستان میں قیام فرمایا اس کے بعد آپ کو امریکہ جانے کا حکم صادر ہوا۔اگست 1919ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دوبارہ حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحب کو مولوی عبدالرحیم نیّر صاحبؓ کے ساتھ انگلستان بھیجنے کا ارشاد فرمایا۔

چودھری فتح محمد سیال صاحبؓ اور مولوی عبدالرحیم نیّر صاحب کو لنڈن میں مسجد کی تعمیر کیلئے جگہ تلاش کر کے خریدنے کی تلقین فرمائی۔ اس کے لئے باقاعدہ چندہ کی وصولی کی تحریک بھی شروع کردی گئی۔لہٰذا حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحبؓ نے بہت کوشش اور تگ و دو کے بعد پٹنی میں ایک قطعہ بمع مکان کے £2,223 کے عوض ایک یہودی سے خریدا۔جس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں دے دی گئی۔چنانچہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس غرض کے لئے قادیان میں شوریٰ بلائی جہاں پر پاس کیا گیا کہ خلیفۃ المسیح بنفس نفیس جاکر مسجد کا سنگ بنیاد رکھیں۔اس غرض کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھ ان مندرجہ ذیل احباب کو افتتاح کے موقع پر حاضر ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔

چودھری فتح محمد سیال صاحبؓ، خان ذوالفقار علی خان صاحبؓ، حافظ روشن علی صاحبؓ، مولوی عبد الرحمٰن مصری صاحبؓ، مولوی عبدالرحیم درد صاحبؓ، ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ، شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، بھائی شیخ عبدالرحمٰن صاحبؓ، چودھری علی محمد صاحبؓ، میاں رحم دین صاحبؓ باورچی۔ان کے علاوہ صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحبؓ، چودھری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ اور چودھری محمد شریف صاحبؓ وکیل نے اپنے طور پر اس قافلہ میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔لطف کی بات ہے کہ جن احباب کو حضور انور نے اپنے ساتھ لے جانے کا حکم فرمایا ان کیلئے باقاعدہ سبز پگڑیاں، کالے کوٹ اور پاجامے بھی مہیا کئے گئے تاکہ مسجد کی بنیاد رکھتے وقت اپنا قومی لباس پہن کر حصہ لیں۔

حضور بمع قافلہ مصر سے ہوتے ہوئے اٹلی، سوئٹزرلینڈ اور فرانس کے راستہ انگلستان میں 22/اگست 1924ء کو پہنچے۔اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی ایک رویاء میں دیکھا تھا کہ آپؓ سمندر کے کنارے ایک مقام پر اترے ہیں ایک لکڑی کے کُندے پر پاؤں رکھ کر ایک کامیاب جرنیل کی طرح چاروں طرف نظر دوڑا رہے ہیں۔کہ آواز آئی ہے ”ولیم دی کنکرر“ اسی طرح حضورؓ کی روحانی فتح اس دورہ انگلستان کے ساتھ مقدر تھی۔ جو اس مسجد کی بنیاد کی صورت میں ظہور میں آئی۔مسجد کی بنیادی اینٹ رکھنے سے قبل جب انگلستان میں اس پہلی مسجد کے لئے جماعت سے چندہ وصول کرنے کی تحریک شروع ہوئی تو جس جوش وخروش اور جذبہ واخلاص سے احمدی مرد،عورتوں اور بچے بچیوں نے چندہ جات دینے کے وعدہ جات کے ساتھ ادائیگی شروع کی اس کے بارہ میں حضورؓ نے ایک خطبہ میں اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

”اس غریب جماعت سے اس قدر چندہ کی وصولی تائید الٰہی کے بغیر نہیں ہوسکتی تھی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اس چندہ کے ساتھ شامل ہے۔ان دنوں میں قادیان کے لوگوں کا جوش وخروش دیکھنے کے قابل تھا اس کا وہی لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں جنہوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔مرد،عورت اور بچے سب ایک خاص نشہ محبت میں چُور نظر آتے تھے۔کئی عورتوں نے اپنے زیور اتار دیئے۔اور بہتوں نے ایک دفعہ چندہ دیکر پھر دوبارہ جوش آنے پر اپنے بچوں کی طرف سے چندہ دینا شروع کیا۔پھر بھی جوش کو دبتا نہ دیکھ کر اپنے وفات یافتہ رشتہ داروں کے نام سے چندہ دیا۔۔۔کیونکہ جوش کا یہ حال تھا کہ ایک بچہّ نے جو ایک غریب اور محنتی آدمی کا بیٹا ہے۔ مجھے ساڑھے تیرہ روپے بھیجے کہ مجھے جو پیسے خرچ کے لئے ملتے تھے ان کو میں جمع کرتا رہتا تھا۔وہ سب کے سب اس چندہ کے لئے دیتا ہوں۔نہ معلوم کن امنگوں کے ماتحت اس بچہ نے وہ پیسے جمع کئے ہونگے۔لیکن اس کے مذہبی جوش نے خدا کی راہ میں ان پیسوں کے ساتھ ان امنگوں کو بھی قربان کردیا۔مدرسہ احمدیہ کے غریب طالب علموں نے جو ایک سو سے بھی کم ہیں اور اکثر ان میں سے وظیفہ خوار ہیں۔تین سو پچاس روپیہ لکھوایا۔ان کی مالی حالت کو مدنظر رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کئی ماہ کے لئے اپنی اشد ضروریات کے پورا کرنے سے محرومی اختیار کرلی۔۔۔بڑی تعداد ایسے آدمیوں کی تھی جنہوں نے اپنی ماہوار آمدنیوں سے زیادہ چندہ لکھوایا۔جن میں سے ایک معقول تعداد ان لوگوں کی تھی جنہوں نے تین تین چار چار گنا چندہ لکھوایا۔۔۔ ایک صاحب نے جو بوجہ غربت زیادہ رقم چندہ میں داخل نہیں کرسکتے تھے۔نہایت حسرت سے مجھے لکھا کہ میرے پاس اور تو کچھ نہیں میری دکان کو نیلام کرکے چندہ میں دیدیا جائے۔ ۔۔لوگوں نے بجائے آہستہ آہستہ ادا کرنے کے زیورات وغیرہ فروخت کرکے اپنے وعدے ادا کردیئے۔۔۔۔“

(”مسجد کی تحریک“ 7 تا 11 جنوری 1920ء بحوالہ تاریخ مسجد فضل مرتبہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دسمبر 1927ء)

مسجد الفضل کے سنگ بنیاد کی مبارک تقریب۔

”19/اکتوبر 1924ء تک مسجد لنڈن کیلئے ایک لاکھ روپیہ مختلف صورتوں سے اکٹھا کیا گیا جس کا ذکر اس سے قبل کیا جاچکا ہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس مسجد کی بنیادی اینٹ رکھنے کیلئے ساؤتھ فیلڈ میں تشریف لائے تو ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی جبکہ موسم والوں کی پیشگوئی تھی کہ دھوپ نکلے گی۔اس بارہ میں حضورؓ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بارش اس لئے ہورہی ہے کہ جن لوگوں میں اخلاص ہوگا وہی تشریف لائیں گے۔مہمانوں کی سہولت کیلئے ایک خیمہ نصب کیا گیا۔مزے کی بات یہ ہے کہ اس مبارک تقریب کے انتظامات اور مہمانوں کو بر وقت اطلاع دینے میں بھی تاخیر ہوگئی مگر اس کے برعکس مہمانوں کی تعداد امید سے بڑھ کر رہی۔ مہمانوں میں مختلف حکومتوں کے نمائندے اور سفیر تھے۔جن میں انگریز، جاپانی، جرمن، سیرین، ایتھوپین مصری، اٹالین، امریکن، انڈینز اور افریقن شامل تھے۔نیز تمام مذاہب کے لوگ بھی شامل تھے۔انگلستان کے پرائم منسٹر ریمزے میکڈونلڈ جو خود تو نہیں آسکے مگر انہوں نے اپنے پیغام میں اس مبارک تقریب میں وقت پر شامل نہ ہوسکنے کی معذرت کی۔

ابتدائی کاروائی۔

”حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ناقل) تین بجے خیمہ میں داخل ہوئے اور نیّر صاحب

نے اعلان کیا جس سے تمام مہمان تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ اور حضور نے پھر تمام مہمانوں سے مصافحہ فرمایا۔ پھر مولانا عبدالرحیم درد صاحب جو کہ اس وقت کے امام مسجد لنڈن تھے نے تمام حاضرین کا خیر مقدم کیا اور اعلان کیا کہ تمام حاضرین 3.35 بجے مسجد فضل کے سنگ بنیاد رکھنے کے مقام پر پہنچ جائیں۔ حضرت مصلح موعودؓ (ناقل) نے محراب کی جگہ پر مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے سے قبل حافظ روشن علی صاحب کو تلاوت قرآن کریم پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ اس طرح حافظ صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت میں والیل اذا یغشٰی اور سبح اسم ربّکَ الاعلیٰ کی تلاوت کی۔ اس کے بعد حضور انور نے انگلش میں ایڈریس پڑھا"۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس ایمان افروز تقریر اور اس تقریب کے بارہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب لکھتے ہیں ۔۔۔حضرت نے جس وقت اس تقریر کو شروع کیا تو مجمع کی عجیب حالت تھی اور جماعت کے لوگوں پر ایک کیفیت طاری تھی وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔ جو وادی غیر ذی زرع میں تھی۔ اور جس میں کوئی خدا کا نام لینے والا نہ تھا۔ جو اگرچہ غیر ذی زرع تو نہیں مگر اپنی مادی ترقی میں مست اور مگن ہونے کی وجہ سے روحانی طور پر غیر ذی زرع ہے۔ غرض ایک کیفیت ذوق کے ساتھ اخلاق اور تقویٰ کے ساتھ اس مسجد کی بنیاد حضرت نے رکھی۔" (بحوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ اسسٹنٹ سرجن دسمبر 1927ء صفحہ نمبر 31)

مسجد کی تعمیر۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہندوستان واپس تشریف لے جانے کے بعد 29/ستمبر 1923ء بوقت گیارہ بجے دن مسجد کی بنیادوں کی کھدائی شروع ہوئی۔ اس وقت اخبارات کے نمائندے بھی حاضر تھے انہوں نے اس موقع پر شمولیت پر خوشی کا اظہار کیا اور فوٹو بھی لئے۔ چونکہ اس وقت کے امام مسجد حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ تھے، ان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے زیر نگرانی مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اس کا ٹھیکہ مسٹر زرونی اینڈ سنز کو دیا گیا۔ اس موقع پر جن خوش نصیب احباب نے حصہ لیا ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

مکرم شیخ یعقوب علی عرفانیؓ، مکرم سید وزارت حسین صاحب، مکرم شیخ ظفر حق خان صاحب، مکرم ملک محمد اسماعیل صاحب، مکرم خان عبدالرحیم خان خالد صاحب، مکرم جبریل مارٹن صاحب، مکرم شرف الدین صاحب، مکرم عزیز الدین صاحب، محترمہ امتہ السلام صاحبہ، مسٹر ہنری ہنٹن صاحب، مکرم عبد العزیز صاحب سپر عبداللہ مالک ہوٹل لندن، مکرم مسٹر کندن لعل صاحب، مکرم ملک غلام فرید صاحب اور حضرت مولانا عبد الرحیم درد صاحبؓ۔

(بحوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ اسسٹنٹ سرجن دسمبر 1927ء)

مسجد لندن کی تعمیر کا سلسلہ 1926ء تک جاری رہا۔

مسجد کی تعمیر اور اختتام کے بارہ میں کئی اور اخبارات کے علاوہ ٹائمز آف لنڈن کی اشاعت میں یوں بیان کیا گیا:

"لنڈن کی اس پہلی مسجد کی تعمیر کیلئے بنیادیں کھودی جانے کا کام شروع کیا گیا جو احمدی مسلمان ساؤتھ فیلڈ میں تعمیر کرنے لگے ہیں۔ یہ ایک مکان کے ملحقہ باغیچہ میں بنی تجویز ہوئی ہے۔ جو کہ عرصہ سے احمدیوں کے قبضہ وملکیت میں ہے۔ اور جہاں وہ مدت سے نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد پچھلے موسم خزاں میں ہز ہائی نس دی حضرت خلیفۃ المسیح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا تھا۔ مولانا اے آر درد (مولانا عبدالرحیم درد صاحب) کی قیادت میں جو کہ احمدیہ مشن کے انچارج ہیں۔ ہندوستانی احمدیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت اکٹھی ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے عربی زبان میں ان آیات کی تلاوت کی جو تعمیر کعبہ کے وقت پڑھی گئی تھیں۔ بعد ازاں سلسلہ احمدیہ کے ممبروں نے وہ دعائیں پڑھتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے کھدائی کا کام شروع کیا جو مسجد مدینہ کی تعمیر کے وقت پیغامبر محمد (ﷺ) اور آپ کے صحابہ (کرامؓ) نے پڑھیں تھیں۔ جماعت احمدیہ کے مرکز میں اطلاع دینے کے ماسوا ہندوستان، امریکہ، سیریا اور فلسطین وغیرہ تمام ان ممالک میں جہاں اس سلسلہ کے افراد ہیں نے کام شروع کرنے سے پہلے ہی برقی پیغامات ارسال کردیئے تھے جس میں اس وقت کی اطلاع دی گئی تھی جس وقت کہ لندن میں تعمیر مسجد کا کام شروع کیا جانا تھا، تاکہ شرق اور غرب، شمال جنوب سے چہار اطراف سے ایک ہی وقت میں ایک ہی مقصد کیلئے ایک خدا کے لئے دعائیں کی جائیں۔"

(ٹائمز آف لنڈن۔ 29/ستمبر 1926ء)

مسجد کا تیار ہونا تھا کہ افتتاح کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ سب سے پہلے حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اس کے افتتاح کیلئے درخواست کی۔ حضورؓ کی طرف سے خط آیا کہ افتتاح شاہ حجاز کے صاحبزادے شاہ فیصل سے کرایا جائے تو بہتر ہے۔ وہ اس لئے کہ شاہ فیصل صدیوں سے شاہی خاندان کے فرد ہیں جو کعبہ کے متولی ہیں۔ اس بارہ حضور رضی اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ شاہ فیصل سے لنڈن میں مسجد کا افتتاح کروائیں۔ لہٰذا 28/اپریل 1926ء کو شاہ فیصل کو اس کی دعوت دی گئی۔ 23/مئی 1926ء کو شاہ موصوف کے پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے خط آیا کہ امیر زید کی خدمت میں درخواست کی جائے۔ بہرحال باربار کی درخواست کے باوجود کوئی معقول جواب نہ مل سکا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ شاہ حجاز کے ایک انگریز دوست نے شاہ حجاز کو اس بات کیلئے رضامند کروایا۔ بالآخر شاہ نجد والئی مکہ نے حامی بھرلی کہ ان کا بیٹا مسجد الفضل لندن کے افتتاح کیلئے حاضر ہوگا۔ بلکہ ایک تار کے ذریعہ حضرت مولانا درد صاحب کو اطلاع کردی گئی کہ:

"ہم آپ کی درخواست قبول کرتے ہیں اور ہمارا بیٹا فیصل ستمبر کے پہلے ہفتہ میں جدّہ سے روانہ ہوگا۔"

اس کے بعد شاہ فیصل کی آمد پر حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ جبکہ شاہ فیصل لندن کے ایک ہوٹل میں رہائش پذیر تھے تو اس دوران ان سے کئی بار ملنے کی کوشش کی گئی مگر ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر نہ ملنے دیا گیا۔ بالآخر ہوا وہی جس کا مولانا درد صاحب کو ڈر تھا۔ 29/ستمبر 1926ء کو ان کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس کا لب لباب یہ تھا کہ ان کی تو بڑی خواہش تھی کہ وہ اس مبارک موقع پر حاضر ہوں مگر ہندوستان کے مسلمانوں نے اس معاملہ میں مشکلات پیدا کررکھی ہیں۔ جو زبانی بیان نہیں کی جاسکتیں۔ لہٰذا ہز ہائی نس امیر فیصل ابن سعود اس استقبالیہ دعوت میں شامل نہ ہوسکیں گے۔ اس اطلاع پر مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ اور آپ کے ساتھ کارکنان کو اس سے بہت دکھ ہوا جنہوں نے کئی ماہ اس لئے صرف کئے کہ شاہ فیصل صاحب تشریف لائیں گے اور اس کا افتتاح کریں گے جس کی خاطر وہ اتنا لمبا سفر طے کرکے انگلستان پہنچے ہیں۔ جبکہ اس سے قبل شاہ فیصل کے والد صاحب نے خوشی سے رضامندی کا برملا اظہار کیا تھا۔ اسی دوران شیخ عبد القادر صاحب سابق وزیر پنجاب اور پریذیڈینٹ پنجاب لجسلٹو کونسل صاحب کا خط محترم درد صاحب کی خدمت میں ملا کہ "چونکہ میں لندن آیا ہوا ہوں میں بھی مسجد کے افتتاح میں شامل ہونا چاہتا ہوں"۔ اس پر محترم درد صاحب نے شیخ عبد القادر صاحب کو فون کیا کہ وہ ضرور اور جلد تشریف لائیں۔ جب شیخ صاحب مسجد میں تشریف لائے تو محترم درد صاحب نے سارا واقعہ بیان کیا کہ کس طرح شاہ فیصل مسجد کے افتتاح کے لئے راضی تھے مگر اب انہوں نے نہ جانے کن وجوہات کی وجہ سے معذرت کردی ہے۔ اس پر شیخ صاحب نے ہرطرح سے کوشش کی شاہ فیصل اس مسجد کا افتتاح کریں اور شیخ صاحب نے شاہ فیصل کے والد صاحب کو بھی تار دیا کہ وہ احمدی جماعت کو ذاتی طور پر جانتے ہیں مگر بے سود۔ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کو کار میں بٹھا کر ہائیڈ پارک جہاں شاہ فیصل صاحب ٹھہرے ہوئے تھے ملنے گئے مگر وہاں پر بھی کامیابی نہ ہوسکی۔ بالآخر مولانا عبدالرحیم درد صاحب اور دوستوں نے فیصلہ کیا کہ مزید انتظار بے سود ہے۔ شیخ عبدالقادر صاحب کو ہی اس نیک مقصد کیلئے تیار کیا جائے۔ شیخ صاحب کو خدا تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی کہ وہ اس مبارک تقریب میں نہ صرف حصہ لیں بلکہ انگلستان میں بننے والی پہلی مسجد کا افتتاح بھی کریں۔

افتتاح۔

3/اکتوبر 1926ء بروز اتوار دن کے تین بجے دوپہر مسجد کا باقاعدہ افتتاح عمل میں لایا گیا۔ ہزارہا لوگ جمع تھے۔ سڑکوں پر بھی تل

رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ ہر مذہب اور ہر ملک کے لوگ اس مبارک تقریب میں شامل تھے۔ مسجد کو جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا اور مہمانوں کیلئے کھانے کا باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ احاطہ کے اندر ہزار سے زائد لوگ موجود تھے اور اس طرح باہر سڑکوں پر بھی لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ اور نظم و نسق کے لئے حکومت کی طرف سے پولیس تعینات کی گئی۔ اس مبارک تقریب میں حصہ لینے والوں میں لارڈز، مہاراجہ، ممبران پارلیمنٹ، اخباروں کے نمائندے، ملکوں کے سفیر، مسلم اور غیر مسلم ہر طبقہ کے لوگ اس میں شامل تھے۔

جب مسجد کا افتتاح شروع ہوا تو محترم عبدالرحیم درد صاحب مشنری انچارج انگلستان شیخ عبدالقادر صاحب کو ساتھ لیکر مسجد میں داخل ہوئے اور درد صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی جس سے سامعین پر اس کا بہت اثر ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جب مولانا درد صاحب تلاوت فرما رہے تھے کہ ایسا لگتا تھا جیسے اسی موقع کیلئے یہ آیات الٰہی نازل ہوئی ہیں۔ اس کے بعد درد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ اس پیغام میں حضور انورؓ نے سب سے پہلے شیخ عبدالقادر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور دوسرے تمام حاضرین کا جو اس تقریب میں شامل تھے۔ آپؓ نے اپنے پیغام میں فرمایا:

''۔۔۔یہ خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتی ہے۔ اس خدا کی طرف جس نے ہمیں اور ہمارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ جو ہماری اور ہمارے باپ دادوں کی پرورش کر رہا ہے۔ اور جس کی طرف ہمارے باپ دادے لوٹ کر جائیں گے۔ وہ اکیلا خدا ہے آسمان میں بھی اور زمین میں بھی۔ اوپر بلندیوں میں بھی اور نیچے پاتال میں بھی اس کی بادشاہت ہے۔ سب محبت کرنے والوں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ سب محسنوں سے زیادہ محسن۔ جس کا رحم تو رحم ہے ہی۔ لیکن جس کی سزا بھی محبت سے پُر اور شفقت سے لبریز ہوتی ہے۔ ہماری روح اس کے فضلوں کو دیکھ کر اس کے آستانہ پر گرتی ہے۔ اور کہتی ہے اے قدوس! تیری بڑائی ہو تیرا نام انسانوں کے دلوں میں بھی اسی طرح بلند ہو جس طرح تیری وسیع قدرت کے مناظر میں بلند ہے۔۔۔ہم لوگوں کا مقصد اس مرکز توحید میں بیٹھ کر محبت اور اخلاص کے ساتھ واحد خدا کی پرستش کا رائج کرنا اور اسکی محبت کو قائم کرنا ہوگا۔ ہم مذاہب سے منافرت اور تباغض کو دور کر کے تحقیق کی سچی روح کو پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اخلاق کی دوستی اور ظلم کے مٹانے کی سعی کریں گے۔ آقا اور نوکر، گورے اور کالے۔ مشرق اور مغرب کے درمیان تعلقات اخلاص اور حقیقی مساوات جس میں جائز فوقیتوں کا تسلیم کرنا شامل ہوگا۔ ہمارا مقصد ہوگا۔ اور ہم اس موقع پر مسیحی دنیا سے بھی التجا کرتے ہیں کہ وہ اسلام کو تعصب کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ بلکہ اس کے عیب نکالنے کی بجائے اس کی خوبیوں کی جستجو کرے۔ کیونکہ سچائی دوسرے کے عیوب نکالنے پر ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی فوقیت ثابت کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔۔۔ اے خدا ! تیرا جلال دنیا میں ظاہر ہو اور یہ مسجد تیرے نام کو بلند کرنے اور تیرے بندوں کے دلوں میں محبت و اخلاص پیدا کرنے کا بڑا مرکز ہو۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مرزا محمود احمد۔ امام جماعت احمدیہ۔''

اس کے بعد محترم مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے مسجد کی چاندی کی چابی خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب کے ہاتھ میں تھمادی اور انہوں نے قفل کھولتے وقت بلند آواز سے یہ الفاظ کہے۔

'' خدائے واحد و رحمٰن کے نام پر مَیں اس عبادت گاہ کا افتتاح کرتا ہوں''

آپ نے اس بات کا افسوس کیا کہ ابن سعود والئی کعبہ تشریف لے آتے تو اس کا افتتاح کرتے تو بہتر تھا اور آپ نے اس کا برملا اظہار کیا کہ ان کا افتتاح پر تشریف نہ لانا دوسرے فرقوں کی مخالفت کا خوف مانع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب مَیں اس ملک میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو میرے دل میں مسجد کی افادیت کا خیال آتا رہا ہے کہ جو مسلمان بغرض تعلیم و سیاحت انگلستان تشریف لاتے ہیں ان کی تسکین کیلئے ایک مسجد ہونی چاہیئے۔ مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ میرا خواب حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب اور ان کی جماعت کی کوششوں سے میری خواہش پوری ہوئی اور یہ بھی عین ممکن ہے اسلام کے دوسرے فرقے اس فرقے پر خوش نہیں ہیں جن کی وجہ سے شہزادہ فیصل اس سعادت سے محروم رہے ہیں۔ آپ نے تمام مہمانوں اور ان کی حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کیا۔

(حوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اسسٹنٹ سرجن دسمبر 1927ء)

خان بہادر صاحب کی تقریر کے بعد اور معززین کی بھی تقاریر ہوئیں۔ بعد اس کے عصر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ نماز کی امامت مولوی عبدالرحیم درد صاحب نے کی جس میں شیخ عبدالقادر صاحب کے علاوہ بہت سے مہمانوں نے اس میں شرکت کی۔ تقریباً 100 کے قریب لوگوں نے شرکت کی۔ اس دوران ایک انگریز ہمسایہ نمازیوں کو دیکھ کر رہ نہ سکا اور اپنے بوٹ اتار کر صفوں میں جا داخل ہوگیا۔ اس نے بعد میں بتایا کہ مَیں ایک صف میں کھڑا تھا اور آنکھیں بند کر کے دعا کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اکیلا کھڑا ہوں باقی سجدے میں تھے۔ مَیں شرمندہ سا ہوگیا مگر خیر دُعا تو ہوگئی مَیں خوش بھی تھا۔

جہاں تک شاہ فیصل کی غیر موجودگی کا تعلق ہے ان کے متعلق تقریباً سبھی لوگ گِلا کر رہے تھے کہ وہ اتنی دور سے انگلستان تو آگئے مگر یہاں اس مبارک تقریب میں بھلا کیوں شرکت نہ کی۔ اور بعض لوگوں کا یہ بھی تأثر تھا کہ اچھا ہوا شاہ فیصل صاحب تشریف نہیں لائے۔ اگر آجاتے تو لوگوں کی توجہ بجائے مسجد کے ان کی طرف ہی رہتی۔ جہاں تک لوگوں کی تعداد کا تعلق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک جمِ غفیر تھا اور ہر ملت کے لوگ اس میں خوشی خوشی شریک تھے۔ اخباروں کے نمائندے، فوٹو گرافرز اور مصوّر ہر زاویہ سے مسجد الفضل کی تصویر لے رہے تھے۔

انگلش اخبار ڈیلی ایکسپریس مورخہ 24 رستمبر 1926ء نے مسجد فضل کے بارہ ایسے سرخی لگائی:۔

لنڈن میں مؤذن کی اذان۔

''مؤذن کی آواز یعنی لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ بہت جلد سنی جائے گی۔

لنڈن کی عمارات میں ایک مزید اضافہ ساؤتھ فیلڈ کی مسجد ہے۔ اس کی بنیاد فرقہ احمدیہ نے ڈالی ہے۔ یہ عمارت جو جزائر برطانیہ میں اپنی قسم کی ایک عمارت ہے 175 آدمیوں کیلئے گنجائش رکھتی ہے۔ مسجد ایک سفید عمارت ہے جس پر سیمنٹ کی لپائی کی ہوئی ہے۔ اس میں ایک گنبد اور چار منارے ہیں۔ مناروں سے مومنین کو اذان دی جائے گی۔ اس میں اور ایشیائی مسجدوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں لمبی اور تنگ کھڑکیاں رکھی گئی ہیں۔ دروازہ پر خاص قسم کے سیمنٹ کا بنایا ہوا ایک کتبہ ہے۔ جس پر کلمہ لکھا گیا ہے۔ اس کو ایک انگریز نقاش نے ایک بڑی کی ہوئی تصویر سے کندہ ہے۔ امیر فیصل (جبکہ وہ دباؤ میں آکر تشریف نہ لاسکے) مسجد کا افتتاح 3 راکتوبر کو کریں گے۔ مسجد کے ایک کارکن نے کل ڈیلی ایکسپریس کے ایک خاص نمائیندہ کو کہا کہ اس ملک میں اسلام کی کافی تبلیغ ہوئی ہے اسی لئے مسلموں کی تعداد خاص بڑھ گئی ہے۔''

(حوالہ تاریخ مسجد فضل لندن مرتبہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اسسٹنٹ سرجن، صفحہ 85۔ دسمبر 1927ء)

اس مندرجہ بالا خبر کے علاوہ انگلستان میں ہر چھپنے والے اخبار نے اپنے اپنے طور پر مسجد کے افتتاح اور اس پر سرخیاں لگائیں اور اس مسجد الفضل کی خوب تشہیر کی۔

مسجد الفضل لندن میں امامت اور مشنری انچارج کی خدمات سرانجام دینے والوں کی پوری تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

نام	دورانیہ
(۱) حضرت چودھری فتح محمد سیالؓ	1913ء سے 1916ء
(۲) حضرت چودھری فتح محمد سیال	1916ء سے 1921ء
(۳) حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ	1916ء سے 1917ء
(۴) حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ	1917ء سے 1921ء
(۵) مکرم مبارک علی صاحب	1920ء سے 1923ء
(۶) حضرت عبدالرحیم نیّر صاحبؓ	1923ء سے 1924ء
(۷) حضرت عبدالرحیم درد صاحبؓ	1924ء سے 1928ء
(۸) حضرت خان فرزند علی صاحبؓ	1928ء سے 1933ء
(۹) مکرم محمد یار عارف صاحب	1934ء سے 1935ء

(۱۰) حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ
1935ء سے 1946ء
(۱۱) مکرم چودھری مشتاق احمد باجوہ صاحب
1946ء سے 1950ء
(۱۲) مکرم چودھری ظہور احمد باجوہ صاحب
1950ء سے 1955ء
(۱۳) مکرم مولود احمد خان صاحب
1955ء سے 1962ء
(۱۴) مکرم چودھری رحمت خان صاحب
1962ء سے 1964ء
(۱۵) مکرم بشیر احمد رفیق خان صاحب
1964ء سے 1970ء
(۱۶) مکرم بشیر احمد رفیق خان صاحب
1970ء سے 1979ء
(۱۷) چودھری شریف احمد باجوہ صاحب
1970ء سے 1971ء
(۱۸) مکرم شیخ مبارک احمد صاحب 1979ء سے 1983ء
(۱۹) مکرم عطاء المجیب راشد صاحب
1983ء سے تاحال

اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا مبلغین و مشنری انچارج صاحبان کی خدمات اور قربانیوں کو قبول فرمائے اور ان سب کو اجر عظیم سے نوازے۔ نیز ان کی نسلوں کو بھی اپنے بزرگوں کے نمونہ پر چلتے ہوئے بڑھ چڑھ کر خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین۔ جنوری ۱۹۲۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپیل برائے چندہ مسجد لندن کی۔ پہلے دن ۶۰۰۰ چھ ہزار روپے وصول ہوئے۔ جبکہ ۹۵۰۰۰ پچانوے ہزار روپے کے وعدہ جات ہوئے جس میں سے ۸۳۰۰۰ تراسی ہزار کے وعدے احمدی خواتین کی طرف سے تھے۔ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو شام چار بجے حضرت مصلح موعود نے سنگ بنیاد رکھا جس میں دو صد مہمان شریک ہوئے، حضرت مولانا درد صاحب کی قیادت میں ۱۵ خدام اور دو خواتین نے کھدائی میں حصہ لیا۔ مسجد الفضل کے آرکیٹیکٹ کا نام مسٹر اولیفینٹ تھا۔ تعمیر مسٹر تھومس مینسن اینڈ سنز نے کی۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۵ء صبح گیارہ بجے تعمیر کا کام شروع ہوا۔ تعمیر کا کام دس ماہ میں مکمل ہوا جس پر ۴۰۰۰ پونڈ لاگت آئی۔ تین اکتوبر ۱۹۲۶ء کو دوپہر تین بجے مکرم خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب نے چھ صد مہمانوں کی موجودگی میں افتتاح کیا۔ مسجد الفضل کے لئے پہلا قالین خان بہادر سیٹھ احمد اللہ دین صاحب نے ایک صد پونڈ میں خرید کر دیا۔ مسجد الفضل کے پہلے امام مولانا عبد الرحیم درد صاحب مقرر ہوئے۔ پہلی اذان مکرم ملک غلام فرید صاحب نے دی۔ پہلی نماز عصر تھی جو مسجد الفضل میں ادا کی گئی۔

(از صد سالہ جوبلی مجلّہ برطانیہ)

مسجد الفضل کی ایک بڑی خوش بختی یہ ہے کہ یہاں پر خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام خلفاء (سوائے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اس مبارک مسجد میں خطبہ جمعہ اور نمازوں کے علاوہ مختلف اوقات میں جماعت کو خطاب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور ہو رہی ہے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کی روحانی تربیت خلفاء احمدیت کی روح پرور ہدایات سے ممکن ہوئی اور ہو رہی ہے۔

مسجد الفضل کی پر حکمت بنیاد نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خدائی منشاء کے مطابق تھی اور اس کا بابرکت آغاز تائید ایزدی سے اسلام اور احمدیت کی ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ خلفائے احمدیت کے ساری دنیا کے دورہ جات اور سارے عالم میں اسلام کی تبلیغ کے منصوبے کا مرکز ٹھہری۔ اور خلیفہ وقت کی ہجرت نے تو اس کو چار چاند لگا دیئے۔ جب خدائی تقدیر کے تحت خلیفہ وقت کی ہجرت ہوئی۔ تو یہی مسجد اس کے پاک وجود کا مسکن ٹھہری۔ اس مسجد کے بعد ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں مسجدیں عطا کیں۔ اور ترقیات کے اتنے دروازے اس برق رفتاری سے کھلے کہ غیر بھی حیران و ششدر رہ گئے۔ برطانیہ اور جرمنی کے علاوہ سارے مغربی ممالک اور دیگر براعظموں کے ممالک میں سینکڑوں مساجد اور مشن ہاوسز کی تیاریوں نے دشمنوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ جو کام تیل کی دولت سے مالا مال اسلام کے ٹھیکیدار ممالک نہ کر سکے۔ وہ اس چھوٹی سی جماعت نے کر دکھایا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ مسجد بیت الفتوح جو اس وقت مغربی یورپ کی سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد ہے۔ جس میں (اس کے چار ہالوں سمیت) دس ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ جو ایک کروڑ برطانوی پونڈ سے تیار ہوئی۔ وہ بھی ایک حسین شاہکار ہے۔ برطانیہ میں ۲۵ سے زیادہ خوبصورت مسجدیں اور مشن ہاؤسز کی تعمیر، ڈیرپارک روڈ کی عظیم عمارت، جس میں ہومینٹی فرسٹ اور اشاعت کا دفتر ہے، برطانیہ کی جامعۃ المبشرین کی عمارت کو لیئرڈ میں،

اسلام آباد ٹلفورڈ کی ۳۳۔ ایکڑ اور حدیقۃ المہدی کی ۲۰۸۔ ایکڑ زمین جو اہم دینی ضرورت کے پیش نظر خریدی گئیں۔ جہاں ہر سال شمع خلافت کے ہزاروں عشاق جلسہ سالانہ پر تجدید عہد کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ بھی مسجد الفضل کے بیش قیمت اثمار ہی ہیں۔ مسجد الفضل کے قیام نے مغربی دنیا میں اِسلام کے تعارف کے لئے ایک مستقر فراہم کیا ہے۔ جسے خلافت کی برکات نے ایک اہم دینی مرکز کی حیثیت دے دی ہے اور آج حضرت امام مہدی علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کی ممد اور معاون کی حیثیت رکھتی ہے۔ بہت سے اکابرین کو اس مسجد میں آنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ جن میں وزیر اعظم ماریشس، صدر ایوب خان، شیخ محمد عبد اللہ، صدر ٹب مین آف لائبیریا، شاہ فیصل، قائد اعظم، علامہ اقبال، محمد علی کلے، اور ان کے علاوہ بہت سے نام ہیں جن کا ذکر خوف طوالت سے نہیں کر رہا۔ تاریخ عالم اس مسجد کے عالمی کردار کو کبھی نہیں بھلا سکے گی کہ جس نے چار دانگ عالم میں اسلام کا تعارف کرایا۔ اور عیسائیت کے گڑھ میں مضبوط قلعے تعمیر کئے۔ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم، ایم ٹی اے کے شب و روز پروگراموں کے ذریعہ تین چینلز سے جو اسلام کی تبلیغ کی جا رہی ہے۔ یہ بھی اسی کے ثمرات ہیں۔ پھر انتخاب خلافت خامسہ کا پر کیف نظارہ کل عالم نے اسی مسجد الفضل سے ایم ٹی اے کے ذریعہ دیکھا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سنہری اور پر حکمت ہدایات اور روحانی مائدہ کی تقسیم کا مرکز یہی مسجد الفضل ہے۔ جہاں ہمہ وقت ساری دنیا سے خلافت کے پروانوں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ پیاسے پروانے اپنی تشنگی مٹانے کے لئے محو پرواز رہتے ہیں۔ بیشک ای میل، موبائیل، فیکس اور سائینسی ترقی کا زمانہ ہے مگر روحانی فیوض کے حصول کے لئے چشم خود سے نظارہ محبوب امام کی اہمیت مومنین کے ذوق کو چار چاند لگا دیتی ہے۔ سو اس کی مشق اور تجربے کا بھی مرکز یہی مسجد فضل ہے۔ مسجد فضل اسم با مسمی اور خدائے رحیم کے بے شمار افضال کا مرکز ہے۔ آخر میں خاکسار کی دعا ہے کہ خدا تعالی ہم سب کو خلافت کے سائے میں ایسے مزید عظیم الشان مراکز کی تعمیر کی توفیق دیتا چلا جائے جو دنیا کے شرق و غرب شمال و جنوب میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے اعلی مرکز ثابت ہوں۔ آمین۔ ☆☆☆

قارئین بدر کو
مصلح موعود نمبر کی
مبارک صد مبارک
(ادارہ)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے متعلق میری چند یادیں

مولوی سید فضل عمر، سونگڑہ مرحوم مبلغ سلسلہ

1944ء میں خاکسار کے والد محترم سید عبد المنعم صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ صالح پور ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ میرا قیام سونگڑہ میں تھا۔ مرحوم سے ملاقات کی غرض سے صالح پور گیا۔ سونگڑہ سے صالح پور 8 میل ہے۔ والد صاحب نے خاکسار کو تحریک کی کہ بیٹا زندگی وقف کرلو۔ خاکسار نے والد صاحب مرحوم کی شدید خواہش پر زندگی وقف کی۔ 1945ء کے آخر میں محترم جناب عبد الرحمٰن صاحب انور انچارج تحریک جدید نے میرے اور میرے بہنوئی محترم سید عبد السلام صاحب مرحوم سابق صدر جماعت احمدیہ بھونیشور و سونگڑہ دونوں کے نام خط لکھا کہ انٹرویو کے لئے حضور کے پاس حاضر ہوجائیں۔ ہم دونوں نے حضور سے مصافحہ کیا اور حضور کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ حضور نے ہمیں سر سے پیر تک دیکھا اور خدمت دین کے لئے قبول فرمالیا۔ یہ تھا انٹرویو۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا۔ 1945ء میں ایک دفعہ مجھے پھنسی پھوڑے ہوگئے اور بخار کئی روز تک رہا۔ ہمارے نائب انچارج محترم بشیر احمد بیگ صاحب نے کہا کہ بہتر ہے گھر چلے جائیں۔ مجھے بہت دُکھ ہوا۔ خاکسار حضور مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی غرض سے قصر خلافت گیا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے بیماری کا ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا آب وہوا اور خوراک کی تبدیلی کی وجہ سے آپ کو یہ مرض ہوگیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہوجائے گا۔ میں نے اپنے نائب انچارج صاحب کو بتایا تبھی سے وہ خاموش ہوگئے۔ یہ حضور کی فراست تھی اور دعا تھی اور حضور کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے خاکسار کو شفا دی اور صوبہ اڑیسہ میں سب سے پہلے اپنی زندگی وقف کرنے کی توفیق دی۔ اور عزت اور ایمان کے ساتھ 36 سال خدمت دین کرنے کی توفیق دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

یہ سراسر فضل واحساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

مجھ جیسے کمزور عاجز انسان کو خدا تعالیٰ نے خدمت دین کی توفیق دی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

میرے ساتھ محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب نے بھی تعلیم حاصل کی۔ محترم مولانا صاحب بہت ہی بزرگ انسان ہیں۔

1941ء میں popular history of India کے نام سے خاکسار کے والد محترم سید عبد المنعم صاحب مرحوم ہیڈ ماسٹر وسابق امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ نے ایک کتاب لکھی۔ خاکسار نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ کتاب پیش کی۔ حضور نے کتاب کا مطالعہ کیا اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور خاکسار کو کہنے لگے آپ کے والد صاحب نے قبول احمدیت سے قبل لکھی ہے یا بعد میں۔ خاکسار نے حضور سے عرض کیا کہ میرے والد صاحب پیدائشی احمدی ہیں۔

خاکسار کے والد صاحب مرحوم نے اپنی کتاب Ahmad of Qadian میں حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کیا اور ساتھ ہی آپ کی صداقت کے بارہ میں بھی لکھا۔ دورانِ تعلیم ایک دفعہ خاکسار قصرِ خلافت میں حضورؓ سے ملاقات کی غرض سے گیا۔ دورانِ گفتگو اڑیسہ کی جماعتوں کی تعداد کے سلسلہ میں حضور نے دریافت فرمایا۔ مَیں نے تفصیل سے گفتگو کی عرض کیا کہ اڑیسہ میں اس طریق سے اگر تبلیغ کی جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔ حضور نے فرمایا ٹھیک ہے آپ اپنے افسر سے بات کرلیں۔ یہ تھا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا نظام جماعت کی پابندی کا خیال۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں قصر خلافت میں بہار سے مونگھیر وغیرہ کے احباب تشریف لائے۔ ہم ان سے ملاقات کی غرض سے گئے۔ مکرم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری مرحوم سابق ناظر تعلیم اور پروفیسر علی احمد صاحب مرحوم نے گروپ فوٹو لینے کی خواہش ظاہر کی۔ حضور نے انہیں اجازت دے دی۔ قصر خلافت کے نیچے صحن میں تصویر لینے کا انتظام ہوا۔ میں نے حکیم خلیل احمد صاحب مرحوم سے ذکر کیا کہ بہار اور اڑیسہ کیا الگ الگ ہے ہمیں بھی ساتھ رکھیں۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ خاکسار کے ساتھ مکرم سید عبید السلام صاحب مرحوم صدر جماعت احمدیہ بھونیشور اور سونگڑہ، محترم مولوی سید موسیٰ صاحب مرحوم سابق مبلغ سلسلہ اور مکرم غلام محمود علی صاحب بھدرک جو کہ میرے بہنوئی ہیں تصویر کھچوانے میں شامل تھے۔

مئی 1945ء کے آخر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مع حرم محترمہ اور حضرت ام المؤمنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ڈلہوزی کیلئے روانہ ہوئے اور مبارک چوک میں گاڑی ترتیب کے ساتھ تھی جس کار کے پاس خاکسار کھڑا تھا حضرت ام المؤمنین بیٹھی ہوئی تھیں۔ کسی دوست نے مجھ سے کہا اس کار میں حضرت ام المؤمنین بیٹھی ہوئی ہیں۔ میرے دل نے فیصلہ کیا کہ آخر وہ ہماری روحانی والدہ ہیں کیوں اُنہیں سلام نہ کروں۔ میں نے حضرت ام المؤمنین کو السلام علیکم کہا انہوں نے وعلیکم السلام کہا۔ ہم نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کیا اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور ڈلہوزی سے واپس آئے مجلس علم وعرفان لگتی رہی۔ بیرون ممالک سے آئے ہوئے مبلغین کرام مختلف موضوعات پر تقاریر کرتے رہے۔ مجلس علم وعرفان کے دوران بعض احباب حضور کو دبایا کرتے تھے۔ میری بھی خواہش ہوئی کہ حضور کو دباؤں۔ انچارج صاحب سے اجازت لیکر خاکسار کو بھی حضور کو دبانے کا موقعہ ملا۔ تقسیم ہندو پاک کے موقعہ پر جب مسلم اکثریت پاکستان چلی گئی اور تمام احمدیوں کو بھی اپنے دائمی مرکز کو چھوڑنا پڑا اس وقت حفاظت مرکز کیلئے رہنے والے خدام میں خاکسار کو بھی خدمت کا موقع ملا۔ رات کے وقت ہم خدام پہرہ دیا کرتے تھے۔ تمام خدام درویشان نماز تہجد اور پنج وقتہ نمازوں کا التزام کرتے۔ تقریباً ایک ماہ تک ہم سب ابلی ہوئی گندم کھاتے رہے۔ بعد میں ایک دو روٹیاں بھی ملتی رہیں۔ حضور پیغامات بھجواتے رہے اور ہم تن من سے اس کی تعمیل کرتے رہے۔

(نوٹ: خاکسار کے والد محترم مولوی سید فضل عمر صاحب مرحوم سابق مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے تقسیم ہندو پاک کے وقت درویشان قادیان کے ساتھ مقامات مقدسہ میں ڈیوٹی دی علاوہ ازیں بہشتی مقبرہ قادیان میں بھی ڈیوٹی دی۔

خاکسار کے والد محترم بہت ہی دُعا گو تہجد گزار خلافت سے سچی ہمدردی رکھنے والے بزرگ تھے۔ دُعا کریں خدا تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ (آمین)

تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت سید نیاز حسین صاحبؓ صحابی مرحوم کی پوتی سیدہ رضیہ بیگم صاحبہ سے والد صاحب کی شادی ہوئی۔ میری والدہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم پانچ بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ خاکسار سید فضل نعیم احمدی معلم سلسلہ عالیہ احمدیہ ہے۔ دُعا ہے خدا تعالیٰ ہمیں مقبول عبادت اور خدمت دین بجالانے کی توفیق دے۔ آمین۔ اور والد صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ خاکسار سید فضل نعیم احمدی)

☆☆☆

اخلاق محمود

مجلس اطفال الاحمدیہ بھارت کی جانب سے اطفال الاحمدیہ بھارت کی اخلاقی، دینی و تربیتی ضرورت کے مدنظر کتاب ''اخلاق محمود'' شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں بانئ تنظیم مجلس اطفال الاحمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرۃ و سوانح کے متفرق واقعات حسین ترتیب کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ واقعات کے انتخاب میں بچوں کی عمر اور ذہن کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے بانی تنظیم مجلس اطفال الاحمدیہ کی زندگی کی ایک خوبصورت تصویر ذہن میں نقش ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب مجلس اطفال الاحمدیہ بھارت کے تعلیمی نصاب میں بھی شامل ہے۔ کتاب ہذا کی قیمت -/20 روپے فی کتاب ہے۔ ملنے کا پتہ: (دفتر اطفال الاحمدیہ بھارت)

احمدیہ مسلم جماعت کا روشن مستقبل

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

’’اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے اُن کے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور...... میں اُس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اُس حالت پر بھی لعنت بھیجتا ہوں کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے...... یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔‘‘

(اربعین حصہ سوم صفحہ:4 وصفحہ 15)

اسی طرح آپ علیہ السلام ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

’’یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوُا پودا ہے۔ خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کریگا۔ وہ راضی نہیں ہوگا۔ جب تک اس کو کمال تک نہ پہنچاوے۔ اور وہ اس کی آب پاشی کریگا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا کیا تم نے کچھ کم زور لگایا ہے۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد نمبر 11 انجام آتھم صفحہ:64)

اسی طرح فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کردیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاویگا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھاوے گا اور اپنے وعدوں کو پورا کریگا...... سواے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔‘‘

(تجلیات الٰہیہ صفحہ 21و23)

اسی طرح ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

’’اسلام کے لئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے۔‘‘

(فتح اسلام صفحہ:11-10، روحانی خزائن جلد نمبر 3)

EDITOR
MUNEER AHMAD KHADIM
Tel. Fax : (0091) 1872-224757
Tel. : (0091) 98763-76441
Tel : 0091 99153 79255
Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 61 | Thursday | 9 February 2012 | Issue No. 6

SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 350
By Air : 40 Pounds or 60 U.S $
: 45 Euro
65 Canadian Dollars

کمرہ پیدائش حضرت مصلح موعودؓ، قادیان

کمرہ ظہور پیشگوئی مصلح موعودؓ، ہوشیار پور